قومی آزادی کی تحریک

کا

حقیقی مُعاون

پیپلز پبلشنگ ہاؤس - لاہور

26 خواجہ حسین نورانی
ایڈیشن اسلم نیپالی
۳۹ ـ ۵ ـ ۸۳

قومی آزادی کی تحریک

کا

حقیقی معاونؒ

پیپلز پبلشنگ ہاؤس ـــــ لاہور

ناشر: عبدالرؤف ملک
پیپلز پبلشنگ ہاؤس۔ لاہور

طابع: پاکستان ٹائمز پریس لاہور
قیمت: ایک روپیہ ۵۰ پیسے

مندرجات

سچا اور با اصول ساتھی ۱۱
انقلاب اکتوبر اور محکوم اقوام کی جدوجہد ۱۸
نوآبادیاتی نظام کا زوال ۲۷
مشترک بنیادی مفادات ۴۰
سودمند اور کارآمد باہمی تعاون ۴۹
لازوال دوستی ۷۸

۱۴۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو مزدوروں اور کسانوں کی پہلی حکومت کی دوسری سالگرہ کے جشن کے موقع پر ولادی میر لینن سے افغانستان کے سفیر نے ملاقات کی۔ سوویت سربراہ مملکت سے مخاطب ہو کر سفیر نے کہا:

"میں امید کرتا ہوں کہ آپ تمام مشرق کو یورپی سامراج شاہی کی محکومی سے نجات حاصل کرنے میں پوری مدد دیں گے۔"

افغان سفیر کی یہ توقع ان ہزاروں اپیلوں اور خطوط میں کہی ہوئی باتوں کی بنیاد پر تھی، جو ان دنوں دنیا کے مختلف نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ملکوں سے موصول ہوتے تھے۔ یہ الفاظ یورپی شہنشاہیت کی غلامی اور محکومی میں محبوس مشرقی ممالک کے کروڑوں عوام کے خیالوں، جذبوں اور امیدوں کی عکاسی کرتے تھے۔

لینن اور افغان سفیر کی اس ملاقات کو کئی سال گزر چکے ہیں۔ سوویت یونین بے اندازہ مالی مشکلات کی طویل اور کٹھن مسافت طے کر کے، ملک پر سامراجی

قوتوں کی طرف سے مسلط کی ہوئی جنگ کی آزمائشوں سے گزر کر، اب ایک خود مختار سوشلسٹ طاقت بن گیا ہے۔

سوویت یونین کے علاوہ کئی اور سوشلسٹ ممالک عالم وجود میں آ چکے ہیں۔ ایک عالمی سوشلسٹ نظام کے ظہور نے، دور حاضر کی قوتوں کے باہمی تعلقات میں اصولی تبدیلیاں پیدا کر کے سامراجی نوآبادیات کی بنیادوں کو پورے طور پر ہلا کر رکھ دیا ہے اور سرمایہ دار قوتوں کی نوآبادیاتی سلطنتوں کو نیست و نابود کرنے کی راہیں ہموار کر دی ہیں۔

سوویت عوام اپنی طے کردہ مسافت پر ایک نظر ڈالنے کے بعد یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ انہوں نے اپنے بین الاقوامی فرائض کی بجا آوری میں نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی اقوام کی سیاسی آزادی کی جدوجہد میں قابل قدر حصہ لیا ہے اور اب بھی وہ ان کے ساتھ بے لوث اور پُرخلوص تعاون کر رہے ہیں۔

قومی آزادی کی تحریکوں کی کامیاب نشوو ارتقاء میں سوویت پالیسی کی خصوصیت و اہمیت وہی لوگ بہتر طور سے بیان کر سکتے ہیں جو ان تحریکوں سے وابستہ رہے ہیں۔ آیئے! ان کی آراء ملاحظہ کریں۔ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کی جنگ آزادی کے ممتاز عالمی شہرت یافتہ سربراہوں نے مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:۔

مودیبو کیٹا (MODIBOKEITA) صدر جمہوریہ مالی:۔

"ان تمام نوخیز افریقی ممالک نے سوویت یونین کے بے لوث

تعاون اور مسلسل توجہ سے بھرپور فائدہ حاصل کیا۔ جنہوں نے سیاسی آزادی کی جنگ لڑنے کے بعد اقتصادی آزادی کی جنگ کا آغاز کیا۔"

جمال عبدالناصر صدر متحدہ عرب جمہوریہ:

"سوویت یونین نے مصر کی اس وقت حمایت کی جب مونٹرال کر نے ایک ایسے وقت میں اسلحہ کی اجارہ داری ختم کرنے کا مصمم ارادہ کیا جب کہ سامراجی قوتیں عرب اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان کی سلامتی خطرہ میں ڈال کر بے جا مداخلت کی غرض سے عرب ممالک کے وسط میں ایک اڈے اسرائیل کو وجود میں لا چکے تھے۔ اسرائیل سامراجی طاقتوں کے جارحانہ حملوں کے لئے ایک کمین گاہ بن گیا ہے۔

۱۹۵۱ء میں میثاق بغداد کے نتیجہ میں شام پر دباؤ ڈالنے کے لئے اقتصادی ناکہ بندی اور نفسیاتی جنگ کے دوران سوویت یونین نے مصر سے مل کر شام کی امداد کی۔

مصر کی قومی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر وجود میں لانے کے لئے سوویت یونین نے مصری عوام سے تعاون کیا۔ اس سے ہمیں اپنے ملک میں صنعتیں جام کرنے اور عظیم اسوان ڈیم کی تعمیر میں بے انتہا مدد ملی جو تخلیقی محنت اور آزادی کی علامت ہے۔"

فیڈل کاسٹرو ـــــ وزیر اعظم کیوبا :

"سوویت یونین قومی آزادی کی تحریکوں کا معاون ہے۔ اُس نے کیوبا کے عوام سے کافی تعاون کیا ہے اور اب تک کر رہا ہے۔ سوویت یونین کی امداد و معاونت کے بغیر ہمارا ملک سامراجی حملوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے کے قابل نہیں ہو سکتا تھا۔"

پھام وان دانگ ـــــ وزیر اعظم عوامی جمہوریہ ویت نام :-

"جدوجہد آزادی اور مزاحمتی جنگ کے دوران دی ہوئی امداد اور شمالی ویت نام میں سوشلزم کی تعمیر اور پُرامن ذرائع سے ملک کو دوبارہ متحد کرنے کی وطن پرستانہ جنگ میں جنوبی ویتنام کے عوام سے تعاون کرنے پر ویت نام کے لوگ سوویت عوام، سوویت کیمونسٹ پارٹی اور سوویت حکومت کے ہمیشہ احسان مند رہیں گے۔"

پیٹرک لومبا ـــــ کانگو کے پہلے وزیر اعظم :

"سوویت یونین نے ثابت کیا ہے کہ وہ واحد بڑی طاقت ہے جس نے ابتدا ہی سے جدوجہد آزادی میں کانگو کے عوام کی حمایت کی ہے۔"

شیخ طورے ـــــ صدر جمہوریہ گنی :-

"سوویت یونین ان ممالک میں سے ایک ہے جنہوں نے سب سے

پہلے نوخیز جمہوریہ گنی کو اپنی نوآبادیاتی ساخت کو قومی ہیئت
میں بدل کر تیزی سے اقتصادی ترقی کے لئے حالات سازگار
کرنے کے قابل بننے میں مدد کی تھی۔"

کوامی نکرومہ ــــ صدر جمہوریہ گھانا :-

"افریقہ میں سامراج کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی
تحریکوں کو اگر سوویت یونین کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو انہیں
بے رحم قوتوں کی شدید سفاکانہ پائمالی سے سابقہ پڑتا۔"

عبداللہ السلال ــــ صدر جمہوریہ یمن :-

"وقت نے بلا حجت یہ ثابت کر دیا ہے کہ سوویت یونین،
عربوں اور ان تمام اقوام کا سچا ساتھی اور قابل اعتماد دوست
ہے جو ایک بہتر اور خوش حال مستقبل کے لئے مصروف جدوجہد
ہیں۔ سچائی کی یہ آواز ہمیشہ گونجتی رہے گی۔ سوویت یونین
پائمال اور کچلی ہوئی قوموں کا معاون و مددگار اور سچا دوست
ہے۔"

جواہر لال نہرو ــــ جمہوریہ ہند کے پہلے وزیر اعظم :-

"ہندوستان اور دیگر ممالک کے عوام کے درمیان زیادہ اتحاد
و یگانگی پیدا کرنے کے لئے دوستی اور باہمی تعاون کی طرف
سوویت یونین کے میلان سے ہمیں دلی مسرت ہوتی ہے۔"

نہرو کا خیال تھا کہ اس سے نہ صرف سوویت یونین اور ہندوستان کو فائدہ

ہوگا بلکہ بین الاقوامی امن اور یکجہتی کی فضا قائم کرنے میں بھی مدد ملے گی۔

سکارنو ـــــ صدر انڈونیشیا:

"سوویت یونین نے ہم سے تغیر سے پاک تعاون کیا ہے اور ہمیشہ انڈونیشیا سے ہمدردی کرتا رہا ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر انڈونیشیا اپنے آپ کو سوویت یونین کا دوست سمجھتا ہے۔"

جوموکنیاٹا ـــــ وزیر اعظم کینیا:۔

"سوویت یونین اپنے عالم وجود میں آنے کی ابتدا ہی سے ہمیشہ نوآبادیاتی محکومی کے خلاف جنگ میں صف اوّل میں رہا ہے۔"

سچّا اور با اصول ساتھی

وہ کون سے اصول تھے جو ماضی میں محکوم اقوام کی قومی آزادی کی جدوجہد میں ٹھوس اور غیر متزلزل تعاون میں سوویت یونین کی رہنمائی کرتے رہے اور اب کون سے اصول ہیں جو رہنمائی کر رہے ہیں۔

سوویت یونین کی پالیسی

جیسا کہ بعض سامراجی نظریات پسندوں نے دعویٰ کیا ہے سوویت پالیسی خود غرضی و لالچ پر مبنی نہیں، سوویت یونین کی تمام داخلی اور خارجی پالیسیاں قوموں کے درمیان مساوات اور دوستی کے اشتراکی اصولوں پر بنائی گئی ہیں۔

اشتراکی نظریہ، قومی اور سماجی محکومی کے ہر رنگ کا سخت مخالف ہے سائنسی اشتراکیت نے اپنے آپ کو شروع ہی سے ہر قسم کی قومی محکومیت کا سب سے بڑا حریف، عوامی جدوجہد آزادی اور قومی حق خود ارادیت کے لئے ایک نظریاتی ہتھیار کی حیثیت سے ممیز کر دیا ہے۔ سائنسی اشتراکیت

کے بانی کارل مارکس نے محنت کش طبقہ سے کہا ہے کہ وہ اخلاق اور حق و صداقت کے ان سادہ قوانین کی حمایت کریں جو نجی اور انفرادی تعلقات کو قوموں کے مابین رابطہ پیدا کرنے کے اعلیٰ قاعدے کی حیثیت سے روبہ عمل ہیں۔ (محنت کش افراد کے بین الاقوامی ادارہ کی افتتاحی تقریر)

محنت کش عوام کے بنیادی مفاد کا تقاضا قومی محکومی کا خاتمہ ہے۔ کیونکہ یہ محنت کش عوام ہی ہیں جو محکومی کا شکار ہیں اور یہ محکومیت ان کے لئے بے پناہ مادی مشکلات، ان کی روحانی نشو و نما میں رکاوٹ، مختلف اقوام کے عوام کے درمیان علیحدگی اور دشمنی پیدا کرنے اور استحصال کرنے والوں کے خلاف جنگ میں ان کے اتحاد میں مزاحمت کا سبب ہے۔

مارکس اور اینجلز نے کہا ہے کہ:

"وہ قومیں جو دوسری اقوام کو محکوم رکھتی ہیں خود کبھی آزاد نہیں ہو سکتیں۔"

یہ ہر دلعزیز اصول اشتراکی بین الاقوامیت کا ایک بامعنیٰ استمراری نعرہ بن گیا ہے۔ لینن اسے "اشتراکیت کا بنیادی اصول" کہتا ہے۔

بین الاقوامی انقلابی تحریک کے بڑے لیڈروں نے کئی موقعوں پر پُرزور الفاظ میں کہا ہے کہ اشتراکی ممالک کے فاتح محنت کش طبقے کا بین الاقوامی فرض ہے کہ وہ نوآبادکاروں کی غلام بنائی ہوئی قوموں اور ملکوں کو نوآبادیاتی محکومی کے بندھنوں سے مکمل طور پر آزاد کرانے میں ہر ممکن مدد دے۔

سنہ ۱۹۱۶ء میں لینن نے لکھا تھا:

"اشتراکیوں کو نہ صرف بغیر کسی اجر یا معاوضہ کے فوری طور پر نوآبادیات کی آزادی کا مطالبہ کرنا چاہیئے جو بذاتِ خود ایک ایسا مطالبہ ہے جس کا سیاسی مفہوم حق خودارادیت کو تسلیم کرنا ہے بلکہ ان ممالک میں قومی آزادی کے لئے بورژوا جمہوری تحریکوں میں زیادہ انقلابی عناصر سے مستقل تعاون کرنا چاہیئے اور محکوم بنانے والی نوآبادیاتی طاقتوں کے خلاف ان کی بغاوت اور انقلابی جنگ میں انہیں امداد دینا چاہیئے۔"

(LENIN_WORKS VOL 22. P_140)

قومی اور نوآبادیاتی محکومی ہمیشہ متضاد سماجی نظام کا نتیجہ ہوتی ہے جو استحصال کرنے والے طبقوں کے لئے ایک ہتھیار کی حیثیت رکھتی ہے استحصالی قوتیں ہمیشہ زیردست ممالک کی لوٹ مار سے اپنا پیٹ بھرتی ہیں۔ وہ نوآبادیاتی جنگوں سے فائدہ اٹھا کر اس توقع پر فسطائی احساسات کو اکساتی ہیں کہ شاید اس طرح وہ اپنے ملک کے محنت کش عوام کو دھوکا دے کر استحصال کرنے والوں کے خلاف جدوجہد کو روک سکتی ہیں۔

ماتحت اور زیرنگیں ملکوں اور نوآبادیوں سے اجارہ داروں کو جو بڑے بڑے منافع ملتے ہیں اس سے عوام کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس میں لاکھوں کروڑوں عوام کا مفاد نہیں ہے بلکہ "نیوجرسی اسٹینڈرڈ آئل کمپنی" — "ٹکسا کو" — "رائل ڈچ شیل" — "یونائیٹڈ فروٹ کمپنی" — "ڈبا ئرنہ" "برکلیز بینک" — "کمرشیل یونائیٹڈ" اور "دی بینک آف ساؤتھ ویسٹ

افریقہ" کی حریصانہ خواہش رکھنے والے حصہ داروں، کمپنیوں کے ٹولوں، امریکی، برطانوی، فرانسیسی، مغربی جرمنی اور دوسرے اجارہ داروں کا مفاد ہے جنہوں نے ہمیشہ نوآبادیاتی توسیع کی بنیادوں کو قائم و دائم رکھا اور اب تک سامراجی ملکوں میں جدید نوآبادیاتی نظام کو قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کر رہے ہیں۔

سوویت یونین میں باہمی انسانی استحصال قطعی ختم ہو چکا ہے۔ فوجی محکومی اور عدم مساوات کی بیخ کنی کر دی گئی ہے۔ یہاں اقتدار محنت کش عوام کے ہاتھ میں ہے اور طبقاتی استحصال ناپید ہے۔ دوسرے الفاظ میں سوویت یونین کے اندر کوئی ایسی سیاسی یا سماجی قوت موجود نہیں، جو دوسرے ممالک اور اقوام کو محکوم بنائے اور ان کی لوٹ کھسوٹ میں دلچسپی رکھتی ہو۔ اس کے برعکس سوویت یونین کے محنت کش عوام اور حکومت سامراج کے خلاف محکوم عوام کی جدوجہد آزادی کی ہر ممکن ذرائع سے معاونت کرنا اپنا فرض اوّلین سمجھتے ہیں اور سوویت یونین کے عوام اور حکومت کا مفاد بھی اسی میں ہے۔

اجارہ دارانہ سرمایہ چھوٹا منافع حاصل کرنے کے لئے نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ملکوں میں سرایت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس حقیقت کی پروا کئے بغیر کہ خود سامراجی ممالک متعدد ایسے معاشی اور اقتصادی مسائل سے دوچار ہیں جن کا حل ناممکن ہے۔ ایسی خود غرض تحریکیں اشتراکی معیشت میں قطعی غیر مانوس اور ناپید ہیں جن کی افزائش عوامی مفاد کے خلاف ہو۔ سوویت

یونین میں سرمایہ پیداواری قوتوں اور عوامی فلاح و بہبود میں اضافہ اور سوویت عوام کی ثقافت کی ترقی کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔

قومی تحریک آزادی میں سوویت یونین کی مکمل حمایت کو سوویت عوام کی اس خواہش سے بھی کافی تقویت ملتی ہے کہ سامراج دشمن محاذ کو منظم کرکے وہ تمام وسائل اور بے شمار قوتیں یک جا کی جائیں جو سامراج کی مکمل تباہی و بربادی کے لیئے ضروری ہیں۔

سامراج عالمی اشتراکی نظام اور قومی تحریک آزادی کی تمام قوتوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ دشمن کے خلاف جنگ میں ایک مشترکہ مقاصد کے لئے دونوں کا اتحاد لازمی ہے۔ سوویت یونین ایشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ میں قومی جنگ آزادی لڑنے والے جانبازوں کے مکمل طور پر ساتھ ہے، جو موجودہ عالمی انقلابی سرگرمیوں میں ایک اہم کردار کی نمائندگی کرتے ہیں۔

کسی ملک میں نوآبادیاتی حکومت کا زوال اور اس کی جگہ ایک آزاد و خود مختار حکومت کا قیام، قومی تحریکِ آزادی اور قومی آزادی و مساوات کے نصب العین کی کامیابی کے ساتھ، سامراجیت کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے، جو امن، جمہوریت اور اشتراکی مقاصد کی کامیابی کی ایک اور علامت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سامراجی نوآبادیاتی نظام کا زوال اور سوویت یونین اور دیگر سوشلسٹ ملکوں کی براہِ راست امداد و تعاون سے محکوم اقوام کی آزادی اور خود مختاری کا حصول، ان اقوام کی طرف سے ایک دلیرانہ جہد

اور طویل اور بے لوث جنگ کا نتیجہ ہے اور اس کے ساتھ ہی ہر کہیں ترقی پسند قوموں کی فتح اور عالمی ترقی و آزادی کے مقاصد کی عظیم کامیابی ہے۔

نو آبادیاتی نظام کی بربادی کے نتیجہ میں جو نو خیز قومی حکومتیں ظہور میں آئیں، سوویت یونین ان سب کی سیاسی آزادی کو مستحکم کرنے، ان کی اقتصادیات کو مضبوط بنانے اور ان کی مکمل آزادی کے حصول میں گہری دلچسپی رکھتا ہے۔ یہ حکومتیں اکثر و بیشتر بین الاقوامی میدان میں سامراج دشمن اور امن پسند قوت کی حیثیت سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ ان کی خارجہ پالیسیاں قوموں کے باہمی تعلقات میں سامراج کے غلبے کے مہلک اثرات کو ختم کرنے میں کافی مدد دے رہی ہیں۔

نو آزاد ممالک کی اقتصادی ترقی، سامراج کی قائم کی ہوئی فرمانروائی اور محکومی کے رشتوں کو قطع کرنے اور محنت کی بے قاعدہ سماجی تقسیم کو جس پر دنیا کی سرمایہ دار منڈی قائم ہے ختم کرنے کی رہنمائی کرتی ہے۔ یہ اقتصادی ترقی بین الاقوامی معاشی تعلقات بڑھانے، عالمی معیشت کی پیداواری قوت میں اضافہ کرنے اور قوموں کی سماجی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

سوویت عوام اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ سامراجیت پر مکمل فتح حاصل کرنے کے لئے عالمی اشتراکیت اور قومی تحریک آزادی کی قوتوں کو مجتمع کرنا ایک لازمی شرط ہے۔ اگر آج کی یہ دونوں طاقتیں اور انقلابی قوتیں غیر متحد اور ایک دوسرے سے الگ رہیں تو سامراجیت کی قطعی تباہی و بربادی

کی امیدیں خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ بھائی چارہ کے رشتوں میں منسلک سمجھتی ہے جنہوں نے نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی غلامی کا جوا اتار پھینکا ہے۔

سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کے پروگرام میں درج ہے کہ:

"روس کی کمیونسٹ پارٹی ان لوگوں کی امداد کرنا اپنا بین الاقوامی فرض سمجھتی ہے جو اپنی قومی آزادی حاصل کرنے اور اسے مضبوط بنانے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور وہ تمام لوگ جو سامراجی نظام کو مکمل طور پر مٹانے کے لئے مصروف جنگ ہیں۔"

(PROGRAMME OF THE C.P.S.U P-48 FORIEGNE LANGUAGE PUBLISHING HOUSE MOSCOW, 1961)

بعینہٖ یہی وہ پالیسی ہے جس پر سوویت یونین عالم وجود ــــــ کے روز اوّل سے مستقل طور پر گامزن ہے۔

انقلابِ اکتوبر اور محکوم اقوام کی جدوجہد

سوویت مملکت اکتوبر ۱۹۱۷ء کو عالم وجود میں آئی۔ روس میں سوشلسٹ انقلاب کی فتح نے قومی آزادی کی تحریک کی نشو و نما میں نمایاں کردار ادا کیا، جو سامراج کی زیر نگیں اقوام کی انقلابی جدوجہد کی تاریخ میں ایک حقیقی موڑ ثابت ہوئی۔

ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام سامراج کی مسلط کی ہوئی ظالمانہ غلامی اور نوآبادیاتی محکومی کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔

"دیسی اقوام" کی فرمانبرداری کا ڈھونگ محض ایک خیالی قصہ تھا، جو سستے نوآبادیاتی ناولوں کے صفحات اور نسل پرستوں کی مصنوعی سائنس کا نفرنسوں میں پایا جاتا تھا۔ سامراجیت بورژوا پروپیگنڈا کے باوجود سامراجی قزاقوں کے ظالمانہ افعال کے ارتکاب کی ایک شرمناک سرگزشت اور عوام کی طرف سے مسلسل دلیرانہ مزاحمت کی ایک درخشاں تاریخ ہے۔ یاد رکھنے کے لئے یہ کہنا کافی ہے کہ ملٹری تکنیک میں بے پناہ برتری کے

باوجود نام نہاد برطانیہ عظمیٰ کا تسلط ہندوستان پر ڈیڑھ صدی تک رہا اور افریقہ پر نوآبادیاتی غلبہ قریباً ایک سو سال تک رہا۔ سوڈان پر برطانوی جنرل گرڈن GORDEN کی جارحانہ معرکہ آرائی تباہی پر اختتام پذیر ہوئی۔ افغان قبائلیوں نے برطانوی فوجوں کو ہر بار بھگایا۔ الجزائر نے فرانسیسی فوجی دستہ زواو ZOVAVES اور سپیگز SPAGHIS وغیرہ کو ہمیشہ شکست دی۔ عوامی جدوجہد کی طوفانی موجیں لازوال قوت کے ساتھ تمام براعظموں میں سامراج کے بنائے ہوئے نوآبادیاتی قیدخانوں کی دیواروں کو منہدم کرنے کے لئے ہمیشہ پُرجوش رہیں۔ تاہم وطن پرست اس قدر مضبوط نہیں تھے کہ سامراجیوں کی جنگی مشینری کا مقابلہ کر سکتے جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ محکوم اقوام کی انقلابی کارروائیاں غیر ہم آہنگ اور اختیاری نوعیت کی تھیں۔ بے شمار عوامی انقلابی تحریکوں، مثلاً چین میں عوامی ایچیتوانی (ICHETUANI) ہندوستان میں دیسی سپاہیوں کی تحریک، مغربی افریقہ میں اشانتی قبیلہ اور جنوب مغربی افریقہ میں اریرو IRERO قبیلہ اور مصر، الجزائر اور شمالی افریقہ کی عوامی تحریک، انڈونیشیا میں "جاوا کی بڑی جنگ" اور کئی دوسری انقلابی تحریکوں کو نوآبادکاروں نے مکمل شکست دے کر خاک و خون میں ملا دیا۔

انقلاب اکتوبر نے ایک نئے دور کی آمد کی خوشخبری دی ——

بین الاقوامی صورت حال میں بنیادی تبدیلیاں لاتے ہوئے روئے زمین پر سامراجی نظام کی عملداری کا خاتمہ کرنے کے لئے کاری ضرب لگائی

انقلاب اکتوبر نے سامراج کے "سنہرے باب" کے آخر میں نمت لکھ کر اُسے تاریخ کی ایک نازک ترین صورت حال سے دوچار کر دیا۔ دنیا کا پہلا سوشلسٹ انقلاب ایک ایسے ملک میں کامیاب ہوا جس کو مغربی استعمار پسند قزاق اپنی نوآبادی بنانے کی جدوجہد میں مصروف تھے اور روس جو انقلاب سے پہلے عوام کے لئے ایک جیل خانہ تھا، وہاں بے شمار قومیتیں زار کے پاؤں تلے کچلی جا رہی تھیں۔ انقلاب اکتوبر کی کامیابی کے بعد کرۂ ارض کے چھٹے حصّے یعنی دنیا کے سب سے وسیع و عریض ملک میں جس کی سرحدیں یورپ اور ایشیا تک پھیلی ہوئی ہیں استعمار پسندوں کی حاکمیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ ایشیائی ممالک کو نوآبادیاتی لیڈروں کے ساتھی زار کے بجائے ایک نیا ہمسایہ سوشلسٹ ملک حاصل ہوا جو استعماریت کے خلاف جدوجہد میں ایک مضبوط قلعہ ثابت ہوا۔ جہاں سے محکوم اقوام کو سرگرم حمایت اور پُرخلوص دوستی حاصل رہی۔

اس لمحے کے ساتھ ہی عالمی محنت کش طبقہ کو استعمار پسندوں کے محکوم عوام کی قومی آزادی کے مقاصد کو حمایت حاصل ہونے کا امکان پیدا ہوا۔ انقلاب اکتوبر کے فوراً بعد لینن نے کہا تھا کہ روس کے کمیونسٹ محکوم اقوام کو استعمار کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے قابل بنانے کے لئے مکمل طور پر نئے بین الاقوامی تعلقات پیدا کر رہے ہیں۔ "روسی اقوام کے لئے حقوق کا اعلان" اور "روس اور مشرق کے تمام مسلمان محنت کش عوام سے خطاب" سوویت حکومت کی ابتدائی دستاویزات میں سے ہیں اعلان

میں روس کی تمام اقوام کی برابری اور خود مختاری، علیحدگی اور آزاد مملکتوں کے قیام کے حد تک حق خود ارادی کا بیان ہے۔ اعلان میں قومیت اور قومی مذہب کی بنیاد پر مراعات و استحقاق کی تنسیخ اور آزادی یا پابندی کی تخصیص ختم کرنے اور چھوٹی قومیتوں اور اقلیتی گروہوں کی آزادانہ ترقی ونشوونما کا بھی بیان ہے۔

"روس اور مشرق کے تمام مسلمان محنت کش عوام سے خطاب" میں مسلمانوں کے عقائد اور رسم و رواج، ان کے قومی اور تہذیبی اداروں کو آزاد اور ناقابل تنسیخ قرار دیا گیا ہے۔ خطاب میں کہا گیا ہے "اپنی قومی زندگی کی تعمیر آزادانہ اور بلا روک ٹوک کیجئے۔ آپ کو ایسا کرنے کا پورا حق ہے۔ آپ کے حقوق انقلاب اور اس کی جملہ تنظیموں یعنی سوویت سپاہیوں، محنت کشوں اور کسانوں کے نائبین کی پوری قوت کے ذریعے سوویت عوام کے حقوق کی طرح محفوظ ہیں۔

سوویت حکومت نے اعلان کیا کہ وہ مشرقی اقوام سے باہمی عزت دوستی اور برابری کی بنیاد پر اپنے تعلقات استوار کرے گی۔ اس نے استعمار کی محکوم مشرقی اقوام کے نام ایک پیغام میں کہا:-

"وقت ضائع کئے بغیر اپنی سرزمین سے ان پرانے لیٹروں کو نکال باہر کیجئے۔ انہیں اپنے قدیم وطن کو اب مزید لوٹنے کھسوٹنے کی اجازت نہ دیجئے۔ اب آپ کو خود لازمی طور پر اپنے ملک کا مالک بن جانا چاہیئے۔ آپ کو اپنی زندگی

اپنی مرضی کے مطابق بسر کرنی چاہیئے۔ آپ کو ایسا کرنے کا پورا حق حاصل ہے کیونکہ آپ کی قسمت کا فیصلہ آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے ــــ دنیا کے محکوم لوگوں کے لئے ہم لہراتے ہوئے پرچموں کے ساتھ آزادی کا پیغام لاتے ہیں۔"

سوویت یونین حکومت نے کئی مشرقی ممالک میں زار روس کے مسلط کئے ہوئے غیر مساویانہ عہدناموں کو منسوخ کیا۔ اس طرح ان بے رحمانہ زیادتیوں کے قاعدوں پر کاری ضرب لگائی جن کو استعمار پسند، کمزور ملکوں اور قوموں کے خلاف استعمال کرتے تھے اور جن کو ۱۹۱۷ء تک بین الاقوامی تعلقات میں مکمل غلبہ حاصل رہا تھا۔ اسی طرح سوویت یونین کی مرکزی انتظامیہ کے نام اپنے خط میں لکھا:

"آپ زندہ جاوید آزاد جمہوریتوں کی اس یونین کی سربراہی کر رہے ہیں جسے لافانی لینن دنیا کی محکوم قوموں کی رہنمائی کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔"

اس ورثہ کی مدد سے استعماریت کے شکار یقیناً اس بین الاقوامی نظام سے آزادی حاصل کریں گے جس کی بنیادیں زمانہ قدیم سے ہی جنگ و جدل، عدم انصاف اور انسانوں کو غلام بنائے رکھنے پر ہیں۔

نوخیز سوویت جمہوریہ کی فوجی، اقتصادی اور مالیاتی مشکلات ملک کو داخلی جوابی انقلاب سے بچانے کی ضرورت، استعمار پسندوں کی مداخلت اور دفاعی جنگ کی مجبوریوں کے باوجود، سوویت عوام نے اتحادیوں کے

حملے کی شکار ترک قوم کو مناسب امداد دی۔ سوویت ترک معاہدہ میں جس پر ۱۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو دستخط ہوئے اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ دونوں فریق اقوام کی برادری کے اصول اور قوموں کے حق خود ارادی کو تسلیم کرتے ہوئے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ایک نئے اشتراکی نظام کے لئے روس کے محنت کش عوام کی جدوجہد اور مشرقی اقوام کی آزادی کی تحریکوں میں قطعی ربط موجود ہے۔ روس اور ترکی کے درمیان سابقہ تمام معاہدے منسوخ کیئے گئے اور مشروط اجارہ داری کے ذریعے فرمان روائی اور حکمرانی کی مذمت کی گئی۔ روس کی طرف سے نقد، اسلحہ اور سیاسی حمایت کی صورت میں دی گئی امداد نے ترکی کو اپنی آزادی کے تحفظ کے قابل بنانے کے لئے اہم کردار ادا کیا۔

۱۹۱۹ء کی موسم بہار میں روس کی وفاقی حکومت نے افغانستان کے حقوق خودمختاری تسلیم کیئے اور ۱۹۲۱ء کے ابتدا میں برابری اور باہمی مفاد کی بنیاد پر اس ملک سے ایک معاہدہ کیا۔

سوویت یونین نے ۱۹۰۷ء کے اینگلو رشین عہد نامہ کے ساتھ، ان تمام معاہدوں کی منسوخی کا اعلان کیا، جو ایران کی آزادی کے لئے مضرت رساں تھے۔ اس نے وہ تمام مراعات و حقوق بھی کالعدم کر دیئے جو زار کی حکومت کو ایران میں حاصل تھے۔ اُس نے بے شمار قیمتی ساز و سامان اور جائدادیں ایران کو واپس کر دیں جو انقلاب اکتوبر سے پہلے روسی سرمایہ داروں کے قبضے میں تھیں۔ ایران کے حدود میں واقع جائدادوں کی مالیت

ویں کر ڈالے طلاقی رد بل تھی۔

اسی طرح نوخیز سوشلسٹ مملکت نے منگولیا کے عوام کو اپنی آزادی کے نظریہ کو ناقابل تسخیر قوت عطا کی اور نسل پرست نوآبادکاروں کے افسانوی خیال "گوروں کی برتری" کو ہمیشہ کے لئے ختم کر ڈالا۔

ہندوستان کے مشہور سیاسی رہنما کے۔ پانیکر (K. PANIKKAR) اپنی کتاب ASIA AND WESTERN DOMINANCE میں لکھتے ہیں کہ روسی انقلاب کے قومی پروگرام نے، ایشیا بھر میں آزادی کی جنگ لڑنے والی تحریک پیدا کی۔ انقلاب کا عام اصول صرف قومی تحریک آزادی کو مضبوط کرنا نہیں تھا۔ اس کا مقصد اس کے اصل پروگرام پر اثر انداز ہونا تھا۔ انقلاب اکتوبر نے عملاً یہ واضح کیا کہ استعماریت کسی طرح بھی ناقابل فتح نہیں۔ جیسا کہ لینن نے کہا ہے: "انقلابی روس، اپنی فوجی کمزوریوں کے باوجود اپنے آپ کو استعمار پسندوں کی طاقت در جنگی مشینری سے زیادہ مضبوط اور موثر کر دکھانے میں آزادی حاصل کرنے والی اقوام کے انقلابی جوش و خروش کا ممنون ہے۔ اس نے اقوام مشرق میں اپنی قوت پر اعتماد پیدا کر کے ان کی انقلابی تاثیر اور ابتدائی کارروائیوں میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔

انقلاب اکتوبر نے محکوم اقوام میں بیداری پیدا کر کے استعماریت کے خلاف نفرت و ناپسندیدگی کی چنگاریاں پھیلا دیں اور کیپ ٹاون سے لے کر قاہرۃ تک اور پیکنگ سے لے کر کاسٹنٹینو پول CASTANTINO POLE

تک سامراج کے تقریباً تمام نوآبادیاتی اور نیم آبادیاتی حصّوں میں آزادی کی مشعلیں روشن کیں۔

چین اور انڈونیشیا، ہندوستان اور ترکی، افغانستان اور منگولیا، مصر اور شام، عراق اور فلسطین، کوریا اور جنوبی افریقہ، برما اور ویت نام ملایا اور فلپائن ان ممالک میں سے چند ہیں جہاں روسی انقلاب کی فتح کی گونج سے، نوآبادیاتی نظام کے خلاف جدوجہد کی تندونیز لہریں پیدا ہوئیں۔ انقلاب اکتوبر کے براہِ راست اثر سے لاکھوں کروڑوں لوگوں میں زندگی کی آس اور عمل کی رغبت پیدا ہوئی۔ وقتی کارروائیاں منظم تحریکوں میں بدل گئیں۔ کئی ملکوں میں محنت کش طبقہ نے سیاسی زندگی میں اہم حصّہ لینا شروع کر دیا۔

انڈونیشی صدر انقلاب اکتوبر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس عظیم تاریخی واقعہ نے جو براعظم ایشیا کے حدود سے پرے رونما ہوا، قومی آزادی کی جنگ لڑنے والے ایشیائی عوام کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس انقلاب نے ایشیائی قوموں کے اس اعتماد کو مستحکم کیا کہ اگر وہ اپنی جدوجہد میں منظم اور ثابت قدم رہے تو وہ بھی آخر حق و انصاف کی جنگ میں فتح حاصل کر لیں گے۔"

انقلاب اکتوبر کی فوجی سلامی کی توپوں کی گھن گرج نے قومی آزادی کی تحریکوں کے لئے ایک فاتحانہ دور کے آغاز کا اعلان کیا۔ ٹھیک اس

وقت سے، نوآبادیاتی نظام کو، جو اس سے پہلے حملہ آور کی صورت میں تیزی سے اپنی فرماں روائی کی حدود میں اضافہ کر کے زیادہ سے زیادہ ممالک شامل کر لیا کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ زبردست نقصان پہنچنا شروع ہوا اس کی پیش قدمی رکی اور وہ پیچھے ہٹنے لگا۔ روس سے ملحقہ نوآبادیاتی علاقے استعمار پسندوں کے نوآبادیاتی نظام سے الگ ہو کر آزاد جمہوریتوں کی صورت اختیار کر گئے۔ جیسے کہ پہلے ہم مشاہدہ کر چکے ہیں۔ سوشلسٹ انقلاب کی کامیابی اور نوخیز سوویت جمہوریہ کے استحکام کے سبب روس کی سرحدوں سے پرے بھی قومی آزادی کی تحریکوں کو پہلی مرتبہ کامیابی حاصل ہوئی۔

مودیبو کیتا MODIBO KEITA صدر جمہوریہ مالی کہتے ہیں:

"انقلاب اکتوبر نے تمام محکوم قوموں کی عام جدوجہد آزادی میں ایک اہم کردار ادا کیا۔"

روس اور نوآبادیاتی طور پر محکوم قوموں کی، قومی تحریک آزادی کے درمیانی تعلقات یک طرفہ نہیں تھے۔ انقلاب اکتوبر کے طفیل یورپی ممالک جو روس سے دور رہنے کا نعرہ لگا رہے تھے، کی نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی قوموں کی جدوجہد نے روس کے کسانوں اور محنت کش عوام کو اپنی آزادی برقرار رکھنے، انقلاب کے مقاصد کو حاصل کرنے اور اپنے ملک کو استعماریت کی متحدہ قوتوں کی یورش سے محفوظ رکھنے میں کافی مدد دی۔

نوآبادیاتی نظام کا زوال

اور جدوجہد کرنے والی قوموں کیلئے سوویت امداد

داخلی جوابی انقلاب کے حملوں کو پسپا کر کے اور برطانوی، امریکی، فرانسیسی، جرمن، جاپانی اور دوسرے سامراجیوں کی یورش کو شکست دے کر روس نے سوشلزم کی تعمیر کا آغاز کیا۔ یہ روسی عوام کی محنت و مشقت کی بصیرت افروز کامیابی کا آغاز تھا جس نے ایک ہی نسل کے عرصہ حیات کے اندر اندر اقتصادی اور تہذیبی طور پر پسماندہ روس کو ایک عظیم طاقت اور سپوتنک اور راکٹوں کا ملک بنا دیا۔ جو اب عالمی سوشلزم، سائنس اور تکنیکی ترقی کی صف اوّل میں پیش پیش ہے۔ سوویت روس کی سیاسی اور اقتصادی ترقی کے ساتھ، اس کے اثرات تاریخی ترقی کی راہ میں اسی تناسب سے بڑھتے رہے۔ سوشلزم کی کامیاب تعمیر، مساوات اور روسی عوام کے جذبات نے ہر سگالی، دور دراز علاقوں اور زار کی سابقہ نوآبادیوں اور نیم نوآبادیوں میں انتظامی، سماجی، معاشی اور تہذیبی پسماندگی کے خاتمہ کے

لئے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام کو روس کے سیاسی اور نظریاتی اثرات کے خطوط پر انقلاب برپا کرنے کا نیا شعور عطا کیا۔ روسی اقتصادیات کی موثر یکجائی اور اس کے سیاسی اثرات میں اضافہ، روس کی طرف سے قومی آزادی کی تحریکوں کو دی گئی امداد کی وسعت اور اثرات میں اضافہ، اور سامراج کو درپیش مشکلات کی سنگینی نے، نوآبادیات کے خلاف محکوم قوموں کی کامیاب جدوجہد کو بڑھانے کے لئے راستہ ہموار کیا۔

ان دونوں عملوں کے مابین پائیدار تعلق جنگ کے دوران اور جنگ سے قبل جو سامراجی نوآبادیاتی نظام کے زوال پر ختم ہوا، خاص طور پر نمایاں ہے یہ محض ایک اتفاق نہیں کہ ایک عالمی نظام کی حیثیت سے سوشلزم کے عروج نے قومی آزادی کی تحریک کی تاریخ میں نوآبادیات کے خلاف کامیاب انقلابات اور صدیوں پرانے نوآبادیاتی تسلط کے فوری خاتمہ کے لئے ایک نیا باب کھول دیا۔

چونکہ سامراجیت، مجموعی طور پر انقلاب اکتوبر سے قبل کے مرحلوں میں قومی آزادی کی تحریکوں کا مقابلہ کرنے کے قابل تھی لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد جب روس کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا اور سوشلزم ملکی سرحدوں کو عبور کرکے ایشیا اور افریقہ کے کئی ملکوں میں کامیابی کے ساتھ جڑ پکڑ چکا تو اس کا مقابلہ ناممکن بن گیا۔

یہ حقیقت ہے کہ گزشتہ جنگ میں ہٹلر جرمنی اور جاپانی شہنشاہیت کی زبردست شکست سے سامراجیت بے حد کمزور ہوگئی اور یہ بھی حقیقت

ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام سے کئی ایشیائی اور یورپی ملکوں نے بغاوت کی اور اب سامراج کو ایک طاقتور سوشلسٹ کیمپ سے مقابلہ درپیش ہے اور اپنی جنگی مشینری قوموں کو محکوم بنانے کے لئے آزادانہ طور پر استعمال نہیں کر سکتا۔ اس لئے اب وہ اپنی نوآبادیوں اور نیم آبادیوں میں انقلابی تحریکوں کو مسلح فوجوں کے ذریعے کچلنے کی پوزیشن میں نہیں۔

قومی تحریک آزادی کی نئی لہریں، جو ان حالات کی پیداوار ہیں نوآبادیاتی بحران کا سبب ہیں۔ لہٰذا قومی تحریک آزادی کی نمایاں فتح سوشلسٹ نظام کی ساخت و پرداخت کے ساتھ ہوئی، جو کمیونزم کے لئے روس اور دوسرے سوشلسٹ ملکوں کے محنت کش طبقہ کی جدوجہد اور نوآبادیاتی زنجیروں کو توڑنے کے لئے قوموں کی تحریک آزادی میں دونوں انقلابی رویوں کے لازوال اور مضبوط داخلی رشتوں کا اظہار ہے۔

تاریخ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سوشلزم کی فتح کی تاریخ یہ یک وقت محکوم اقوام کی آزادی کی بھی تاریخ ہے۔ پچیس سال قبل نسل انسانی کا دو تہائی حصہ تقریباً ایک ارب پچاس کروڑ عوام سامراج کی غلامی میں پس رہے تھے۔ اب دنیا کا نقشہ بدل گیا ہے۔ گزشتہ پچیس سال کے دوران تقریباً ایک ارب لوگ سامراجی غلامی کا جوا اتار پھینک چکے ہیں اور آزادی و خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو گئے ہیں۔ ایشیا کے عوام کو عام نوآبادیاتی حکمرانی کو ختم کرنے میں بارہ سال لگے۔ افریقہ اپنے نوآبادیاتی حکمرانوں کو نکال باہر کرنے میں اس سے بھی کم عرصہ لے رہا ہے۔ پہلی

بنڈونگ کانفرنس کے وقت افریقہ میں نسل پرست جنوبی افریقہ کی یونین کے ساتھ جو تیس برس پہلے سے تھی، صرف چار آزاد ممالک تھے لیکن اس کے بعد دس سال کے اندر اندر بتیس افریقی ملکوں نے سیاسی آزادی حاصل کی۔ اگرچہ نوآبادکاروں نے کسی بھی مجرمانہ فعل کے ارتکاب میں پس وپیش نہیں کیا اور افریقی سرزمین سے چمٹے رہنے کے لئے غضبناک فتوے صادر کرتے رہے لیکن افریقی باشندے اپنی سرزمین سے غیر ملکی حاکمیت کو ختم کرنے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ عالمی سوشلسٹ نظام نے محض قومی تحریک آزادی کو پروان چڑھانے اور کامیاب بناتے ہی میں تعاون نہیں کیا بلکہ محکوم قوموں کو کم سے کم محنت کے ذریعے نوآبادیاتی حاکمیت سے نجات حاصل کرنے کے قابل بھی بنایا۔ یہ کہنا کافی ہوگا کہ جنگ کے بعد کے زمانے میں آزاد ہونے والے پچاس ممالک کا دو تہائی حصہ فوجی کارروائی کے بغیر آزادی حاصل کرنے کے قابل ہوا۔

کیا اس سے یہ بات عیاں نہیں ہے کہ طاقتور سوویت یونین اور عالمی سوشلسٹ نظام کے بغیر، جنہوں نے سامراج کی جنگی مشینری کو معطل کیا اور اُن کی ظالمانہ جنگی سازشوں کو وقتاً فوقتاً ناکام بنایا۔ کم سازگار حالات میں اقوام کی آزادی کی تحریکیں کامیاب ہوسکتی تھیں؟

عالمی سوشلزم اور ہم عصر قومی آزادی کی تحریکوں کے درمیان موجودہ اٹوٹ تعلقات اور باہمی روابط، ان تحریکوں کی سماجی آسودگی، ان کی

خصوصیات اور تشدد و انتشار کے رجحانات ہی دیکھے جا سکتے ہیں۔ سماجی گیرائی کے نقطۂ نظر سے عہد حاضر کے قومی آزادی کے انقلابات گزشتہ دور کی قومی تحریکوں سے کہیں زیادہ ترقی پسند ہیں۔ ان کے کام کی سماجی نوعیت کی طرح ان کے مقاصد بھی جُدا ہیں۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں جب کہ قومی تحریکوں نے سرمایہ داروں کے معنی خیز تعلقات بڑھانے کے لیئے راستہ ہموار کیا اور سرمایہ داری کی کامیابی کی طرف رہنمائی کی۔ ہمارے عہد کے قومی آزادی کے انقلابات نے ایک دوسری طرف رہنمائی کی۔ یعنی ان انقلابات نے قوموں کے لیئے سوشلزم کا راستہ صاف کیا۔ جس وقت دنیا کو سرمایہ داری اور سامراجیت نے ناقابلِ تقسیم حد تک محکوم کر رکھا تھا، اس وقت اسی فضا کا تصور جو آج ہے ناممکن تھا صرف سوشلزم کے دور میں، جب کہ سماجی اور قومی آزادی کے ساتھ ملکوں کی تحریکیں اس صدی کی روشن بن گئیں، قومیں اپنی ترقی کی راہیں منتخب کرنے کے قابل ہو گئیں۔ انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام سے نجات کا راستہ اختیار کیا ـــــ سرمایہ دارانہ نظام جو تکلیف و اذیت اور رنج و تردد کا حقیقی سبب تھا۔

الجزائر، متحدہ عرب جمہوریہ، گھانا، گینی، مالی اور برما کا غیر سرمایہ دارانہ ترقی کا راستہ اختیار کرنا، شام اور کئی دوسرے ممالک میں نمایاں سماجی، اقتصادی اور معاشی تبدیلیاں، کئی نو آزاد ممالک میں سوشلزم کی تعمیر و ترقی کے نعروں کی وسیع پیمانے پر تشہیر، قومی آزادی

کی تحریکوں کی نشو ونما میں نئے رجحانات کا بیّن ثبوت ہے۔ ان رجحانات کی موجودگی، ناقابل تقسیم حد تک سوشلسٹ نظام اور موجودہ سوشلسٹ ڈیویلپمنٹ بھی اس نظام کے کردار کے ساتھ مربوط ہے۔

سوشلسٹ نظام نے آزادی کے قومی انقلابات کی کامیاب نشو و ارتقاء اور ظفرمند نتائج کے لئے مناسب لوازمات اور سازگار حالات پیدا کئے ہیں۔ تاہم یہ فرض کر لینا بے جا ہو گا کہ یہ محکوم قوموں کے لئے تیار شدہ (ریڈی میکائی) READY MADE آزادی لاتا ہے۔ قومی آزادی کی تحریکوں کی کامیابیاں اور ان کے ہاتھوں نو آبادیاتی حکومت کی زبردست شکست، سامراجی غلامی کے خلاف قوموں کی بے پناہ اور دلیرانہ جدوجہد کے ذریعے سے ہی یقینی طور سے عمل میں آئی تھیں۔

یہ کامیابیاں نو آبادیاتی غلامی کے خلاف برسرپیکار ہزاروں قومی سورماؤں کے دلیرانہ کارناموں اور لاکھوں کی تعداد میں عوامی قربانیوں کے بغیر ناممکن تھیں۔ دوسری طرف نو آبادیاتی تسلط کی زوال پذیری اور قومی جدوجہد آزادی کی طوفانی لہروں نے عالمی انقلابی کارروائیوں کی عام نشو و نما میں اہم حصّہ لیا۔ اس کا نتیجہ سامراجی نظام کے متعدد بحرانوں میں مزید پیچیدگیوں کی صورت میں نکلا۔ انہوں نے ایک نئی عالمی جنگ کی تیاری اور سوشلسٹ برادری اور تمام محنت کش طبقہ کی تحریک کو کمزور کرنے کی خاطر بین الاقوامی ردعمل کے لئے جدوجہد کے بارے

میں سامراجی پالیسیوں پر کاری ضربیں لگائیں۔ سوویت یونین عالمی سوشلسٹ نظام کے لئے سب سے بڑی عالمی قوت ہے۔ اس کی فوجی اور اقتصادی طاقت اور خارجہ پالیسی آزادی کے لئے قومی انقلابات کی تشکیل پر بے اندازہ اور گوناگوں اثر ڈالتی ہے۔

نہر سویز کو قومیانے اور برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کے برسر اقتدار ٹولہ کی سازش اور مصر پر حملہ کے متعلق واقعات بنی نوع انسان کی یادداشت میں اب تک تازہ ہوں گے۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے سوویت یونین کی بروقت اور مستعد کارروائی، جس میں سامراجیوں کو جارحانہ حملے بند کرنے کے بارے میں انتباہ کیا گیا تھا کس قدر موثر ثابت ہوئی تھی۔

سوویت یونین نے برطانیہ، فرانس اور اسرائیلی جنگ پسندوں کو جو انتباہ بھیجا اس میں کہا گیا تھا کہ سوویت یونین نے حملہ آوروں کا قلع قمع کرنے اور امن بحال کرنے کے لئے فوجی کارروائی کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہے۔ متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر جمال عبدالناصر نے زور دے کر کہا ہے کہ سوویت یونین نے حملہ آوروں کی مزاحمت کے لئے متحدہ عرب جمہوریہ کا پورا پورا ساتھ دیا۔

سوویت یونین کے مستحکم رویہ نے ۱۹۵۷-۵۸ء میں شام پر حملوں کی سامراجی اسکیموں کو ناکام بنا دیا۔ روس اور شام کے درمیان ۱۲ دسمبر ۱۹۵۷ء کو ماسکو سے جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا:-

"غیر ملکی سازشوں کے سلسلے میں شام کی خود مختار جمہوریہ کی آزادی اور علاقائی سالمیت کے خلاف حملہ سے پیدا ہونے والے خطرات کے پیش نظر روس نے شام سے دوستانہ تعاون کا جو مضبوط مسلک اختیار کیا ہے، شام کی حکومت، صدر مملکت اور شامی عوام، سوویت یونین کی حکومت اور عوام کے احسانمند اور شکر گزار ہیں۔"

سوویت یونین نے ۱۹۵۸ء میں عراقی انقلاب کو زبردست امداد دی جس نے سامراج کی حامی فیصل اور نوری السعید کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اسی طرح سوویت یونین نے لبنان اور اردن میں امریکہ اور برطانیہ کی مداخلت کے خلاف ٹھوس قدم اٹھائے۔ سوویت یونین نے الجزائری انقلاب کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ اُس نے انقلابیوں کو اسلحہ سپلائی کیا اور دیگر ہر قسم کی امداد دی۔ اُس نے الجزائر کے فوجی اور شہری جانبازوں کا نہایت خاطر داری سے استقبال کیا، جو روس میں فوجی تربیت پانے، اعلیٰ درسگاہوں میں حصول تعلیم اور میدان جنگ میں زخمی ہونے کے بعد علاج معالجہ کے لیئے آئے تھے۔

سوویت یونین نے اسلحہ کے ساتھ انقلاب یمن کو ہر ممکن امداد دی۔ اُس نے برطانیہ، امریکہ اور پرتگالیوں کے حملوں کے خلاف جنگ میں انڈونیشیا سے تعاون کیا اور انڈونیشی حکومت کی تمام حکمت عملیوں کو ہر ممکن امداد دی۔ سوویت یونین نے مغربی ایریان کی آزادی کے لیئے انڈونیشی عوام کی جنگ

میں برابر کی ذمہ داریوں کا مظاہرہ کیا۔

صدر سوئیکارنو نے روس اور انڈونیشیا کی دوستی کی مخالفت کرنے والوں کو بے نقاب کرتے ہوئے ایک موقع پر کہا تھا:

"آپ انڈونیشیا کو سبانگا (SABANGA) سے لے کر میراک (MERAKKE) تک آزاد دیکھنا نہیں چاہتے لیکن سوویت یونین ہماری آرزوؤں کی تکمیل میں معاونت کرتا ہے۔ آپ انڈونیشیا میں ایک پُرامن اور ترقی پذیر معاشرے کی تعمیر نہیں چاہتے لیکن سوویت یونین اس کی تعمیر میں ہم سے تعاون کر رہا ہے۔ آپ انڈونیشیا اور مغربی ایریان کی جدید وحدت کے خلاف ہیں، لیکن سوویت یونین ہمارے جائز مطالبات کے حصول میں تعاون کرتا ہے۔"

کانگو میں جد و جہد آزادی کی ابتدا ہی سے سامراجی حملوں اور عرصہ دراز سے محکوم رہنے والے، اس ملک کو پارہ پارہ کرنے کی نوآبادیاتی کوششوں کے خلاف، کانگو کے محب وطن باشندوں کی دلیرانہ جنگ میں، روس نے مادی اور اخلاقی امداد دی۔ ۱۹۶۱ء میں روس نے تیونس پر فرانسیسی سامراج کے حملہ کا موثر دفاع کیا جو بزرتا BIZERTA کے بحری اڈہ سے کیا گیا تھا اس موقع پر سوویت حکومت کی طرف سے تیونس کے عوام کو ان کے جائز مقاصد کے لئے جو امداد کی گئی تھی اور اقوام متحدہ میں روسی مندوب نے جو عملی رویہ اختیار کیا تھا، تیونس کے صدر بورقیبہ نے نہایت گرم جوشی

سے شکریہ ادا کیا۔

ہندوستان نے اپنے علاقہ کو سامراج کے آخری اڈوں سے خالی کرانے اور گوا، دمن اور دیو ی سے پرتگیزی سامراج کو نکال باہر کرنے کے لیئے جو جائز جنگ لڑی، روس نے اس کی حمایت کی اور جب ہندوستانی عوام کی یہ جدوجہد کامیاب ہوگئی تو سوویت یونین نے پرتگال اور اس کے ناٹو NATO کے حواریوں کی طرف سے ایشیائی ممالک کے امور میں مداخلت کی غرض سے ہندوستان کے خلاف قانونی کارروائی کا فرضی جواز پیدا کرنے کے لیئے سلامتی کونسل کو استعمال کرنے کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔

دسمبر ۱۹۶۱ء میں ہندوستان کی بڑی سیاسی جماعتوں اور افرو ایشیائی اتحاد کمیٹی کے ایک مشترکہ جلسہ عام میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں سلامتی کونسل کے اندر سامراجی منصوبوں کو ناکام بنانے پر روس سے شکریہ کا اظہار کیا گیا تھا۔ بے شک کیوبا کے دلیر عوام نے اپنی جنگ آزادی اور اپنے ملک کی آزادانہ ترقی میں روس کو اپنے دوش بدوش پایا ہے اور اب تک ان کے ساتھ ہے۔

جب امریکی محکمہ دفاع پنٹاگان کے جزیرہ آزادی (کیوبا) پر مسلح حملہ کرنے کے لیئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے رہے تھے تو سوویت یونین نے امریکی سامراج کے جارحانہ حملوں کو روکنے کے لیئے پوری قوت لگا دی۔ اس وقت فیڈل کاسترو نے سوویت مملکت کے رویہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہا تھا:

"ایک ایسا ملک جو پینتالیس سال کی تخلیقی محنت سے حاصل کی ہوئی خوشحالی کو ایٹمی جنگ کے پلڑے میں ڈالے۔ ایک ایسا ملک جو ہزاروں میل دور واقع ہے، ایک چھوٹی قوم کے لئے بے پناہ قربانیوں کے سبب اپنی تمام عظمتوں کے ساتھ ہمیشہ پائندہ و تابندہ رہے گا۔ مملکت روس جس نے زندہ رہنے اور اپنی بے پناہ دولت کو ترقی دینے کے لئے اپنی عظیم وطن دوستی کی جنگ میں کیوبا کی کل آبادی سے زیادہ جانی قربانیاں دیں۔ ایک چھوٹی مملکت کے دفاع کے لئے خوفناک جنگ کا خطرہ مول لینے سے قطعی گریز نہیں کیا۔ تاریخ میں یہ ٹھوس قدم بے مثال ہے۔"

روسی عوام کی مستقل ہمدردیاں جنوبی ویت نام کے محب وطن جانبازوں کے ساتھ ہیں۔ جو عرصہ دراز سے محکوم مادر وطن کی آزادی اور اتحاد کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ۱۹۶۵ء کے اوائل میں سوویت یونین کے وزیر اعظم نے عوامی جمہوریہ ویت نام کے دورہ کے وقت ہنوئی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"سوویت یونین تمام سوشلسٹ ممالک اور دنیا بھر کے تمام ترقی پسند عناصر اپنے دوست ویت نامی عوام کے ساتھ ہیں جو سامراجی حملہ آوروں کو قطعی شکست دینے کے لئے ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں۔ آزادی اور خودمختاری کے لئے مسلح عوامی جدوجہد قطعی جائز ہے اور اس کا انجام

بلاشک عوامی فتح اور سامراجیت کی شکست ہوگا۔ عوامی جمہوریہ ویت نام کے قصبوں اور دیہاتوں پر امریکی ہوائی جہازوں کے سفاکانہ حملوں کا حوالہ دیتے ہوئے سوویت حکومت نے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ عوامی جمہوریہ ویت نام کی سلامتی کے تحفظ اور اس کی دفاعی قوت کو اور مستحکم کرنے کے لئے اپنے بین الاقوامی فرائض کو کلی طور پر پورا کرنے کے عزم کا اعلان کیا ہے۔

سوویت یونین نے تائیوان اور جنوبی کوریا پر امریکی قبضہ کے خاتمہ، تائیوان کو عوامی جمہوریہ چین کے حوالہ کرنے اور کوریا کے پرامن اتحاد کا مطالبہ کیا۔ یہ جنوبی افریقہ، اور جنوبی عربیہ، انگولا اور فلسطین، پرتگالی گینی اور شمالی گینی اور شمالی کوردستان، موزمبیق اور برطانوی گیانا، روڈیشیا اور نیاسالینڈ اور دیگر ان تمام ممالک کی مقدس عوامی جدوجہد کی حمایت کرتا ہے جو اب تک نوآبادیاتی غلامی کے چنگل میں پھنسے ہیں۔

سوویت حکومت کی تحریک پر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اپنے پندرہویں اجلاس میں نوآبادیاتی ملکوں اور قوموں کو آزادی دینے کا اعلان DECLARATION ON GRANTING INDEPENDENCE TO COLONIAL COUNTRIES AND PEOPLES منظور کیا جس نے نوآبادیاتی نظام کے خلاف محب وطن قوتوں کی جدوجہد میں اہم کردار ادا کیا۔ ایک سال بعد سوویت یونین کی تجویز پر اس قرارداد پر عمل کرانے کی نگرانی کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی۔

روئے زمین پر کوئی ایسی قوم نہیں، جس کی آزادی و خود مختاری کی جدوجہد میں روس نے تعاون نہ کیا ہو۔ اور جب تک ہمارے کرۂ ارض پر کسی ایک بھی ملک میں چاہے وہ علاقائی اعتبار سے کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، غیر ملکی جھنڈا لہراتا ہو، اور جب تک کوئی قوم اپنے آپ کو نوآبادکاروں یا ان کے اجارہ داروں کے پاؤں تلے پاتی ہو، سوویت یونین آزادی اور خود مختاری حاصل کرنے والی اقوام کو ہر ممکن امداد دینے کی پالیسی جاری رکھے گا۔

مشترک بنیادی مفادات

سابقہ نو آبادیاتی ممالک کی حصول آزادی و اقتصادی آزادی اور سماجی ترقی کی راہ پران کی حرکت پذیری، قومی آزادی کی تحریکوں اور عالمی سوشلزم کے درمیان مزید اتحاد اور یکجہتی کے لئے سازگار حالات پیدا کر رہی ہے۔ جب کہ دوسری طرف باقی ماندہ نو آبادیاتی حکومتوں کی حصول آزادی اور آزادی حاصل کی ہوئی مملکتوں کی ترقی پسند نشوونما کے مسائل کو حل کرنے والوں کو دی جانے والی امداد خاص اہمیت کی حامل ہے۔ ان حالات میں سوویت یونین اور عالمی سوشلسٹ گروہ کی طرف سے قومی آزادی کی تحریکوں کو ملنے والی امداد ہمیشہ مختلف شکل اختیار کرتی ہے۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں نوخیز قومی مملکتوں سے سوویت یونین کے تعلقات برابری، ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دینے، باہمی تعظیم اور ایک دوسرے کے مفادات کی نگہداشت کے اصولوں پر قائم ہیں۔ یہ باہمی تعلقات کی ایک نئی قسم ہے جو آزادی حاصل

کرنے والے ملکوں کو اس سے پہلے حاصل نہیں تھی۔

یہ ان غیر مساویانہ تعلقات کے قطعی برعکس ہے جو سامراجی ممالک نے نوآبادیاتی دور میں ان ملکوں پر مسلط کر رکھا تھا اور جو آج بھی کسی نہ کسی شکل میں اُن کو قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ یہی، روس اور نوآزاد ممالک کے درمیان تیزی سے سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی تعلقات بڑھنے کی توضیح کرتا ہے۔

خاص طور پر روس اور ان نوخیز ممالک کے درمیان گہرے تعلقات قائم کئے جا رہے ہیں جو اپنی سیاسی آزادی کو یکساں طور پر مضبوط کر رہے ہیں۔ اپنے ہاں بڑی بڑی سماجی، اقتصادی تبدیلیاں لا رہے ہیں سامراج کے خلاف استقلال سے لڑ رہے ہیں اور اپنے عوام کے مفاد کی حفاظت کر رہے ہیں۔

روس اور دیگر سوشلسٹ ممالک سے نوآزاد ممالک کا اشتراک، مناسب خارجہ پالیسی، غیر ملکی تجارت کے لئے مناسب حالات، اور ان ممالک کی آزادانہ ترقی کے لئے دوسری شرائط سامراجی استحصال سے ان کی اقتصادیات کو آزاد کرانے اور قومی حیات نو کی ضمانت دیتی ہیں جو سیاسی آزادی کی تحریکوں میں قومی انقلاب آزادی کے ایک نئے مرحلہ کے طور پر سامنے آئی ہیں۔

نوخیز قومی ریاستوں اور روس کے مابین گہرے دوستانہ تعلقات ایک مضبوط اور موثر دفاعی حیثیت اختیار کر چکے ہیں جس کے خلاف

سامراجی ملکوں کی طرف سے ان ممالک کو ترقی و خوشحالی کے راستہ سے ہٹانے کی ہر کوشش انجام کار ناکام ہوگی۔

ایشیا اور افریقہ کی نوخیز قومی ریاستوں کی خود مختاری ، سوشلسٹ ملکوں کے عالم وجود میں آنے سے پیدا ہونے والے موجودہ عالمی حالات کے سبب ، ان سے تعاون اور دوستی محض زبانی جمع خرچ نہیں ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ یہ امداد و تعاون صرف انہی ممالک کے لئے مختص ہے ، جہاں حکمران قوتیں خود مختاری اور سامراج کے خلاف پالیسی پر عمل پیرا ہونے کے لئے راضی ہوں جیسا کہ نوخیز مملکتیں بین الاقوامی تعلقات کے سلسلے میں ایک حقیقی خود مختار طاقت کی طرح اپنے آپ کو چلا سکتی ہیں اور چلا رہی ہیں وہ ایک غیر جانبدار پالیسی پر عمل کرنے کے قابل ہیں اور مسلسل اسی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ یہ ان کی سیاسی آزادی اور بین الاقوامی میدان میں سامراج کے خلاف ان کی جدوجہد کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ اپنے داخلی معاملات میں سامراج کی دخل اندازی اور نوآزاد ممالک کو جارحانہ فوجی بلاکوں میں شامل کرنے کے لئے مجبور کرنے کی تمام سامراجی کوششوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہیں اور نہایت کامیابی سے نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی محکومی کے ان نئے طریقوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

سوویت یونین نوخیز ممالک کو ان کی دفاعی حیثیت مضبوط بنانے ان کی مسلح افواج کو اپنی آزادی کی حفاظت اور بقا کے لئے تربیتی اور تنظیمی سہولتیں دینے اور انہیں سامراج کی دست درازیوں کے خلاف جنگ

جیتنے اور اپنے قومی مفادات کے تحفظ کے لئے مستعدی سے امداد دیتا ہے۔ یہ حقیقت متحدہ عرب جمہوریہ، انڈونیشیا، الجزائر، مالی، یمن، گینی اور دوسرے ایشیائی اور لاطینی امریکہ کے کئی ملکوں میں عیاں ہے۔ سوویت یونین کی طرح نو آزاد ممالک امن برقرار رکھنے اور ایٹمی جنگ و جدل کو روکنے کے دل سے خواہش مند ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ مختلف سماجی اور معاشرتی نظام رکھنے والے ممالک کے مابین پُرامن بقائے باہمی کے اصول کو بھی اپنائے ہوئے ہیں۔ مارکس اور لینن کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ بین الاقوامی تعلقات میں اس اصول کی فتح، محکوم اقوام کے لئے آزادی اور خود مختاری کی جنگ کو (بوقت ضرورت مسلح) آسان بنا دیتی ہے۔ مختلف سماجی نظام رکھنے والے ممالک کے درمیان آپس میں پُرامن بقائے باہمی ہی سے سوشلسٹ امداد و تعاون، سامراج کی بڑی بڑی قوتوں کو نیست و نابود کر سکتا ہے، محکوم قومیں بڑی کامیابیاں حاصل کر سکتی ہیں اور ان کی شدید ضربوں سے نو آبادیاتی نظام زوال پذیر ہو سکتا ہے۔

پُرامن بقائے باہمی سامراج کو عوام کے خلاف کھلم کھلا طاقت کے استعمال اور دوسرے ممالک کے معاملات میں جارحانہ مداخلت کے وحشیانہ طریقوں سے اگرچہ روک نہیں سکتا تاہم ان پر کسی حد تک پابندی ضرور لگا سکتا ہے۔

پُرامن بقائے باہمی کو حالات سابقہ کی حفاظت، نو آبادیاتی انقلابات اور قومی آزادی کی جنگوں کو روکنے کی پالیسی قطعاً نہیں بنانا چاہیے!

سوویت یونین پرامن بقائے باہمی کے اصول کی ہر ایسی تعبیر کو واضع طور پر باطل قرار دیتا ہے ۔ یہ اصول سامراجی جمود پسندی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا یہ کسی طرح بھی سامراجیت اور محکوم اقوام کے تعلقات کے حق میں نہیں ہے ۔ یہ ان اقوام کی جدوجہد پر کبھی ویٹو veto مسلط نہیں کرتا ۔ یہ محکوم اقوام اور ان کے محکوم بنانے والوں کے درمیان بقائے باہمی کے ہرگز حق میں نہیں ہے ۔

امن کے لیئے سرگرم جنگ کا اہتمام کرتے ہوئے سوویت یونین محکوم اقوام کی جائز قومی جدوجہد آزادی اور نوآبادکاروں کے خلاف محب وطن عوام کی مسلح بغاوت کو ہر ممکن امداد دیتا ہے ۔ اور قومی تحریک آزادی سے اخلاقی اور مادی تعاون کرتا ہے جس میں اسلحہ بھی شامل ہے ۔

دوسری طرف قومی تحریک آزادی کی کامیاب نشوونما سوویت یونین دیگر سوشلسٹ ممالک اور تمام ترقی پسند ملکوں کی طرف سے قومی تحریک آزادی کی کامیاب نشوو ارتقاء کے لیئے دی گئی امداد ، عالمی امن کے استحکام کے مقاصد کے لیئے اہم کردار ادا کرتی ہے ۔ اپنی قومی آزادی کے حصول اور استحکام کے لیئے نوآبادیاتی غلامی کے خلاف عوام کی مسلسل جدوجہد نے سامراج کو کمزور کر دیا ہے ۔ یہ جنگ کی تباہ کاریوں کو روکنے بین الاقوامی کشیدگی کم کرنے اور قوموں کے مابین بقائے باہمی کے اصول کی فتح میں مدد دیتا ہے ۔ نو خیز قومی حکومتیں مختلف سماجی و معاشی نظام رکھنے والی قوموں کے مابین بقائے باہمی کی حمایت کرتے ہوئے یہ حقیقت محسوس

کرتی ہیں کہ نوآبادیاتی حکمرانی کے خاتمہ کے بعد قوموں کو درپیش بے شمار معاشی اور ثقافتی مسائل کا حل صرف پُرامن حالات میں ممکن ہے۔

یہ سب پر عیاں ہے کہ بین الاقوامی کشیدگی اور "سرد جنگ" کا ماحول سامراجیوں اور جدید نوآبادکاروں کے لئے فائدہ مند ہے۔ یہ اُن کو اُن کی آمرانہ پالیسی اور نو خیز قومی حکومتوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت، ملک کی اندرونی تخریبی سرگرمیوں کے لئے کھلم کھلا ترغیب اور اُن کی حمایت، نوآزاد ممالک کو سوشلسٹ ممالک سے الگ کرنے کی کوشش کو ان کے لئے زیادہ آسان بنا دیتا ہے۔

بین الاقوامی کشیدگی، سامراجیوں کے لئے نوآزاد مملکتوں کو اسلحہ کی دوڑ میں لانے کو آسان بنا دیتی ہے جو ایک آزاد قومی معیشت کی ترقی، قومی حیات نو کے پروگراموں پر عمل درآمد میں ایک رکاوٹ اور عوامی معیارِ زندگی کو بلند کرنے کے قطعی خلاف ہے۔

سوویت یونین اور دیگر سوشلسٹ ممالک کے لئے امن اور پُرامن بقائے باہمی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ ان کے لئے اپنے عظیم سوشلسٹ اور کمیونسٹ منصوبوں کی تعمیر صرف پُرامن حالات میں ممکن ہے۔ سوشلسٹ ممالک کے عوام کی طرح، نوآزاد ممالک کے محنت کش طبقہ کو ان منصوبوں کی کامیاب تکمیل سے گہری دلچسپی ہے۔ ان منصوبوں پر عمل کرنے کے نتائج ایشیا اور افریقی قوموں کے وفادار ساتھی اور پُرخلوص دوست سوشلسٹ ممالک کی قوت میں مزید اضافہ کرتے ہیں اور قومی انقلاب، آزادی کے لئے ان کے

تعاون کو یقینی طور پر بڑھاتے ہیں۔ نوخیز قومی ریاستوں کے عوام مغربی قوتوں کے مسلط کئے ہوئے غیر مساویانہ تجارتی تعلقات کے سختی سے مخالف ہیں۔ اپنے بین الاقوامی اقتصادی تعلقات کے بارے میں وہ ہر قسم کی استحصال اور امتیاز کے خلاف ہیں اور اپنے آپ کو "اقتصادی نوآبادی" سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ سوویت یونین سامراج کی غلامی سے سابقہ نوآبادیوں اور ملکوں کو اقتصادی آزادی دلانے کا زبردست خواہش مند ہے۔ اس کا مطلب سامراجی نظام کی موجودہ بنیادوں پر ایک اور کاری ضرب لگانا اور لاکھوں کروڑوں عوام کو سوشلسٹ ترقی کی راہ کی طرف گامزن کرنا ہے۔ جیسا کہ لینن نے پیشین گوئی کی تھی۔ سامراج کی محکوم قومیں یہ جان گئی ہیں کہ اقتصادی آزادی کے لئے فلاح اسی میں ہے کہ وہ بین الاقوامی سامراج کے خلاف سوویت یونین کے ساتھ اتحاد کریں۔ کیونکہ سوویت یونین سابقہ نوآبادیوں اور نیم نوآبادیوں کو ان کی اقتصادی آزادی میں مدد دیتا ہے۔ یہ سب سے اوّل تو بین الاقوامی تعلقات میں استحصال اور عدم مساوات سے مبرّا اقتصادی یک جہتی کے اصول پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں، یہ نوخیز قومی ریاستوں اور سامراجی قوتوں کے مابین تعلقات میں بہت زیادہ اثر انداز ہوا ہے ـــ

ـــ دوسرے سوویت یونین ترقی پذیر ملکوں کی اقتصادی آزادی میں اقتصادی اور تکنیکی امداد کے ذریعے حصّہ لیتا ہے ـــــــ آخری یہ کہ سوویت یونین بین الاقوامی کانفرنسوں میں نوخیز قومی ریاستوں کے اقتصادی مفادات کا تحفظ کرتا ہے اور سامراجی اجارہ داروں اور سامراجی قوتوں کی

طرف سے اقتصادی جبری استحصال کی کوششوں کے خلاف ان ممالک کی عملی جدوجہد میں ان کا پشت پناہ ہے۔

سوویت یونین کی بڑھتی ہوئی اقتصادی استعداد اور عالمی اقتصادی تعلقات میں اس کی پوزیشن، موجودہ حالات میں نوخیز قومی ریاستوں کے لئے اقتصادی امداد، سابق نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ملکوں کی قومی آزادی کے لئے ایک طاقت ور محرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوویت یونین اور دوسرے سوشلسٹ ممالک کی اقتصادی ترقی اور استحکام، نوآزاد ممالک کی اقتصادی آزادی کی جدوجہد میں خوش آئیند مستقبل کے لئے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

دوسری طرف عالمی سرمایہ داری کے چنگل سے نکلنے کے لئے ان ممالک کی سماجی اور اقتصادی شکل وہیئت بدلنے کی جدوجہد جو سوشلزم کی پرچم کشائی کرتے ہوئے سماجی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ سوشلسٹ ممالک کے ساتھ پوری مفاہمت اور مطابقت رکھتا ہے۔

۱۹۶۴ء میں قاہرہ میں غیرجانب دار ممالک کی کانفرنس کے نتائج سوویت یونین اور نوآزاد ممالک کے بنیادی اغراض کی وسیع مطابقت کا واضح ثبوت ہے جس میں سوویت یونین کی خارجہ پالیسی اور نوآزاد ممالک کی خارجہ پالیسی ایک دوسرے کے ساتھ نہایت قریب ہوکر نشوونما پا رہے ہیں اور اہم مشترکہ مقاصد کے سرگرم طرف دار ہیں۔ اس کانفرنس کی اہم بات سامراج کے خلاف جدوجہد اور امن، آزادی اور عوامی خودمختاری کے لئے اس کے

خطرات کو عیاں کرنا تھا۔ قاہرہ کانفرنس نے نو آبادیاتی اور جدید نو آبادیاتی نظام کی شدید مخالفت کرتے ہوئے امن اور اقوام کی سلامتی کے لئے مختلف سماجی نظام رکھنے والے ممالک کے درمیان امن اور بقائے باہمی اور عالمی پیمانہ پر مکمل تخفیف اسلحہ کے نفاذ کی حمایت کی۔ اس نے ایٹمی تجربات پر پابندی لگانے کے "ماسکو عہد نامہ" MOSCOW NUCLEAR TEST BANE TREATY کو بے حد سراہتے ہوئے افریقہ، بحر ہند، لاطینی امریکہ اور دنیا کے دوسرے علاقوں میں غیر ایٹمی علاقہ کے قیام کی بھرپور حمایت کی۔ اور دوسرے ممالک کی حدود سے سامراجی فوجی اڈوں کو ہٹانے کا مطالبہ کیا۔

قاہرہ کانفرنس کے اہم فیصلے اپنے متن کے اعتبار سے عہد حاضر کے بیشتر اہم مسائل پر روس کے اختیار کئے ہوئے بین الاقوامی تعلقات سے مطابقت رکھتے ہیں یا بہت ہی قریب ہیں۔ یہ سامراج کے خلاف سوشلسٹ اور نو آزاد ممالک کے بنیادی مشترکہ مقاصد کا اظہار ہے، جو بڑے بڑے عالمی مسائل کے بارے میں ان کو اپنی تمام قوتوں کو متحد کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

سودمند اور کارآمد باہمی تعاون

قومی انقلاب آزادی کے موجودہ مرحلہ میں جب کہ سابقہ نوآبادیات اور نیم نوآبادیات میں سیاسی آزادی کے بعد اقتصادی آزادی کے لئے نئی جدوجہد کا آغاز ہوا ہے۔ ایک طرف سوویت یونین اور دیگر سوشلسٹ ممالک اور دوسری طرف ترقی پذیر ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون نے خاص اہمیت حاصل کی ہے۔ "سامراجی امداد" کے برعکس جو ترقی پذیر ممالک میں نوآبادیات کی توسیع اور محکومی کے لئے ایک ہتھیار ہے، سوشلسٹ ممالک اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کی سب سے بڑی اہمیت غیر ملکی لوٹ کھسوٹ کرنے والے اجارہ دارانہ سرمایہ سے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک کی اقتصادی آزادی، ان کی ترقی پسند سماجی اقتصادی ترقی میں امداد دینا اور ان ممالک کے عوامی معیار زندگی کو بہتر بنانے کے کاموں میں حصہ لینا ہے۔

سوویت یونین کی طرف سے نوآزاد ممالک کو دی جانے والی امداد

سامراج کی محکوم اقوام کو بے لوث ثقافتی امداد دینے کے متعلق لینن کی ہدایات کی تکمیل ہے۔ ان ممالک نے سوویت یونین سے محنت کم کرنے والی مشینری، جمہوریت اور سوشلزم کے لئے امداد دینے کو کہا ہے۔ ان کے یہ تعلقات ذاتی غرض اور خود غرضانہ مفاد حاصل کرنے کی خواہش پر نہیں لیکن یہ کسی صورت میں بھی خدمت تعلق نہیں۔

نوآزاد مملکتوں کے لئے سوویت امداد و تعاون کا مقصد ان ممالک کی قومی اقتصادیات کو سہارا دینے کے لئے ایک صنعتی ستون قائم کرنے میں حصہ لینا، صنعتی کارخانے، بجلی گھر، زراعتی اور دیگر کاروباری منصوبوں کی تعمیر، قدرتی وسائل کو بروئے کار لانے اور قومی ماہرین اور اہل مزدوروں کی تربیت کے ذریعے ان کی جامع اقتصادی ترقی کی استعداد کو تیز کرنا ہے۔

سوشلسٹ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان تعاون میں کوئی ایسی شرط نہیں جو نوآزاد ممالک کے قومی وقار اور مفاد کے خلاف ہو۔ اس میں کسی فوجی یا سیاسی ریشہ کی آویزش نہیں ہے۔

نوآزاد ممالک کی حکومتوں کی خواہشات کے مطابق سوویت یونین کی طرف سے اقتصادی اعانت، سرکاری شعبے میں ترقی پسند اقتصادی نظام کی ترقی کے لئے دی جاتی ہے، جو نوخیز ممالک کی اقتصادی آزادی اور قومی اقتصادیات کی تعمیر میں ایک رہنما کردار ادا کرتی ہے۔ متعلقہ منصوبوں کی تعمیر میں نوآزاد حکومتوں کے قومی ماہرین کو برابر حصہ لینے کا موقع دیا جاتا ہے

یہ امداد انتہائی آسان شرائط پر یعنی انتہائی کم شرح سود اور قرضے کی مناسب شرائط پر دی جاتی ہے۔ نوآزاد ممالک کو ادائیگی زرمبادلہ کی صورت میں نہیں بلکہ تجارتی برآمد کے ذریعے کرنا ہوتی ہے۔ جس میں قومی صنعت کی پیداوار بھی شامل ہے۔

جب کہ سامراجی قرضوں کی حقیقت، سرمایہ کے ایک چھوٹے حصے کو دوبارہ منافع حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے جو نوآبادکاروں نے لوٹ کھسوٹ سے جمع کیا ہے۔ سوشلسٹ ممالک کی طرف سے ان ملکوں کو دی جانے والی امداد، ان ممالک کے محنت کش طبقہ کی شدید محنت سے پیدا کی گئی قومی ملکیت کا ایک حصہ ہے۔ سرمایہ کی برآمد سوشلسٹ ممالک کی سماجی خصلت کے خلاف ہے۔ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں سوویت یونین کی مدد سے قائم کئے ہوئے اور قائم ہونے والے ہزاروں کاروبار جو سوویت یونین میں کئے جا سکتے تھے، کون نہیں جانتا کہ سوویت یونین آج کل خود ایک بہت بڑی تعمیر گاہ ہے جہاں عبد کمیونسٹ سوسائٹی کی مادی تکنیکی بنیادیں تعمیر ہو رہی ہیں۔

مصری اخبار "الجمہوریہ" نے حال ہی میں اشارہ کیا ہے:

"ترقی پذیر ممالک کو امداد دیتے وقت سرمایہ دار ممالک صرف اپنی دولت مندی میں اضافہ کو مدنظر رکھتے ہیں۔ یہ یقین کرنے کے لئے کہ سرمایہ دار ملکوں سے آئی ہوئی امدادی رقم ہمارے ملک کے صنعتی کاروبار میں استعمال نہیں ہوئی ہمارے ملک

کی اقتصادیات پر ایک نگاہ ڈالنا کافی ہے۔ اگرچہ اس کے استعمال کے لئے خصوصی قوانین بنائے گئے اور ہر ممکن رعایت اور ضمانت دینے کی یقین دہانی کرائی گئی۔

درحقیقت ہم ان تجربات کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ جو امدادی رقوم مغرب سے آ رہی ہیں ہمیں اقتصادی ترقی کی راہ پر چلنے میں مدد نہیں دے رہی ہیں جب کہ سوشلسٹ ممالک کی طرف سے دی جانے والی اقتصادی امداد کا حقیقی مقصد ترقی پذیر ملکوں کی اقتصادی خوش حالی اور صنعتی ترقی ہے سوشلسٹ ممالک سے ملنے والے قرضوں کی شرائط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمارے وسائل سے دولت حاصل کرنے کی خواہش نہیں رکھتے بلکہ اس کے برعکس وہ قرض دی ہوئی رقوم سے قائم کئے ہوئے کاروبار کی پیداواری اشیا سے قرضوں کی ادائیگی کی سہولت دیتے ہیں۔"

سامراجی طاقتیں اپنی دی ہوئی "امداد" کو نو آزاد ممالک پر سیاسی دباؤ ڈالنے، ان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے اور ان کی داخلی اور خارجی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ سب کو یاد ہوگا کہ امریکہ اور برطانیہ نے کس طرح اپنے وعدوں کے برخلاف مصر کی آزادانہ ترقی کو روکنے کی ناکام کوشش کے بعد عظیم اسوان بند کی تعمیر کے لئے قرضہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور جب گینی نے نام نہاد

فرنچ کمیونٹی FRENCH COMMUNITY کو ناپسند قرار دے کر قبول نہ کرنے کا فیصلہ کیا تو فرانس نے اُسے "سزا" دینے کے لئے امداد دینا بند کر دی۔

اس قسم کی امداد کی چند تازہ ترین مثالیں سامراج کے خلاف متحدہ عرب جمہوریہ کی مستحکم پالیسی کے سبب امریکہ کی طرف سے متحدہ عرب جمہوریہ کو خوراک کی ترسیل بند کرنے کی دھمکی اور وفاقی جمہوریہ جرمنی کی طرف سے اس ملک کو امداد بند کرنے کا اعلان ہے۔ انہی اسباب کی بنا پر امریکہ نے انڈونیشیا کو دی جانے والی تمام امداد بند کر دی۔ اور جب عوامی جمہوریہ جرمنی نے تنزانیہ کے دارالخلافہ دارالسلام میں اپنا کونسلیٹ جنرل کا دفتر قائم کیا تو مغربی جرمنی نے تنزانیہ کو فوجی امداد دینے کے معاہدہ کو منسوخ کر دیا۔ اس طرح کی کئی اور مثالیں موجود ہیں۔

اب تک سوویت یونین نے نوآزاد ممالک کو تین ہزار ملین روبل کی مالیت کے طویل المیعاد قرضے دیئے ہیں۔ جو سوشلسٹ ممالک کی طرف ان ملکوں کو دی گئی کل طویل المیعاد امداد کا اسیّ فی صد ہے۔ ان پر یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ ان قرضوں کا ستّر فی صد حصّہ صنعتی ترقی کے لئے مخصوص کیا جائے گا۔

افغانستان کے دوسرے پنجسالہ منصوبہ (۶۷-۱۹۶۲ء) کے مطابق ملک کی بھاری سرمایہ کاری کا تقریباً نصف حصّہ سوویت یونین کی دی گئی امداد سے پورا ہونا تھا۔ ہندوستان میں تیسرے پنج سالہ منصوبہ (۶۶-۱۹۶۱ء)

میں سرکاری شعبہ کے کل سرمایہ کا بارہ فی صد حصہ سوویت یونین کے قرضوں سے پورا کرنا تھا۔

متحدہ عرب جمہوریہ میں کئی صنعتی کارخانوں اور عظیم اسوان بند کی تعمیر کے سلسلے میں زرمبادلہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے سوویت قرضوں نے خاص تعاون کیا۔

مالی کے پنجسالہ منصوبہ (۶۵ــ ۱۹۶۱ء) کے مطابق اس ملک کی اقتصادی ترقی کے لئے لگائے گئے تمام فنڈز کے کل سرمایہ کا بیس فیصد حصہ سوویت یونین نے مہیا کیا۔

ترقی پذیر ممالک سے سوویت اقتصادی اور تکنیکی تعاون کے معاہدے چھ سو سے زیادہ صنعتی اور دوسرے منصوبوں کی تعمیر اور ترقی کے لئے امداد مہیا کرتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑی اہمیت کے حامل وہ منصوبے ہیں جن کو ان ممالک کی قومی صنعت کی بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ جیسے پن بجلی، فولاد، ادویہ سازی، مشین سازی، تیل کی صنعت اور آبی منصوبے۔

سوویت یونین اور متحدہ عرب جمہوریہ، الجزائر، انڈونیشیا اور سیلون کے مابین کئے گئے معاہدوں کی رو سے تعمیر شدہ فولاد کے کارخانوں میں سالانہ چھ ملین ٹن سے زیادہ پیداوار کی گنجائش ہوگی۔ متحدہ عرب جمہوریہ میں عظیم اسوان بند کی تکمیل کے نتیجہ میں وہاں بجلی کی پیداوار میں ۱۹۶۴ء کی پیداوار کے مقابلے میں کثیر اضافہ ہوگا۔ اور زیر کاشت رقبہ اراضی ایک تہائی زیادہ ہوگا۔

سوویت ماہرین ارضیات ہندوستان، انڈونیشیا، متحدہ عرب جمہوریہ، گینی، مالی، افغانستان وغیرہ میں ارضیات کی تحقیق میں لگے ہوئے ہیں۔ اور نو آزاد ممالک کو کثیر المقدار معدنی دولت کی تلاش میں مدد دے رہے ہیں۔ یہ دولت جو پہلے تمام نو آبادکاروں کی غارت گری اور لوٹ مار کا نشانہ تھی اب نو آزاد ممالک کی ترقی کے لئے بے مثال اہمیت رکھتی ہے۔ اب ان ممالک کو سائنس اور ٹکنالوجی کی تازہ ترین ترقی اور کامیابیوں کی تمام سہولتیں میسّر ہیں۔

کیا آج سے دس بارہ سال قبل کوئی سنجیدگی سے یہ سوچ بھی سکتا تھا کہ صنعتی ترقی کے پہلے مرحلہ میں کئی افریقی ممالک ایٹمی قوت کے پرامن استعمال کا کام شروع کریں گے؟ سوویت یونین کے تعاون سے متحدہ عرب جمہوریہ گھانا اور براعظم افریقہ کے دوسرے ممالک میں ایٹمی سائنس کے مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ غیر اشتراکی ممالک کی یورانیم کی کل پیداوار کا ایک چوتھائی حصّہ کے برابر افریقہ سے پیدا ہوتا ہے تو یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ یہ افریقی ممالک میں بجلی کی انجینئرنگ کے لئے کتنی اہمیت رکھتی ہوگی۔

نو آزاد ممالک کے قومی انجینئروں، تکنیکی ماہروں اور ہنرمند محنت کشوں کی تربیت اور سائنس و ثقافت میں سوویت امداد اعلیٰ اہمیت کی حامل ہے۔

ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ سے ہزاروں طلباء سوویت یونین کے

اعلیٰ خصوصی تعلیمی اداروں اور پیشہ ورانہ اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے طلبا آزادی، مساوات اور ہر قسم کے نسلی، مذہبی اور سیاسی امتیازات اور فرق و تفاوت سے بالا ماحول میں، حکومت اور عوامی اداروں کی توجہ اور نگرانی میں، سوویت یونین کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں، عہد حاضر کی تازہ ترین سائنسی اور تکنیکی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ماہرانہ تربیت حاصل کرنے والے یہ طلبا اپنے ممالک کی حیات نو میں اہم حصہ لیں گے۔ سوویت یونین میں اکثر ماہرانہ تربیت، بڑے بڑے منصوبوں کی تعمیر اور تکنیکی کارخانوں کی کارکردگی کے دوران ماہرین کی موجودگی میں دی جاتی ہے۔ سوویت یونین کی امداد سے قائم کئے گئے منصوبے نو آزاد ممالک کے قومی ماہرین کی تربیت کے لئے تحقیقی مرکز بن گئے ہیں۔

امریکی خارجہ پالیسی کے مسائل کے بارے میں شائع ہونے والا سب سے با اثر جریدہ امریکن فارن افیئرز نے AMERICAN FORIEGN AFFAIRS) اپنے جنوری مارچ ۱۹۶۵ء کے شمارے میں جو کچھ تجزیہ کیا ہے وہ اس سلسلے میں ایک اعتراف ہے۔ وہ رقمطراز ہے کہ

"بھیلائی BHILAI منصوبہ میں روسی اپنے نعم البدل پیدا کرنے میں اس قدر جلد تربیت کے قابل ہو گئے تھے کہ وہاں اب مشکل پچاس روسی رہ گئے ہیں۔ جب کہ اس کے مقابلے میں جرمن منصوبے پر دو سو پچاس غیر ملکی ماہرین ہیں۔ اس کے علاوہ جرمن منصوبے پر زیادہ تکنیکی اختلاف رائے ہے اور کام کی تکمیل میں بھی روسی

منصوبے سے بہت پیچھے ہے۔

صرف گزشتہ پانچ سالوں میں ترقی پذیر ممالک کے اندر تعمیری کاموں میں ہزاروں ٹکنیکی ماہروں اور ہنرمند محنت کشوں کو کام کے دوران روسی ماہرین کی نگرانی میں تربیت دی گئی تھی۔

سوویت یونین نے نوآزاد ممالک کو اپنی سائنسی اور ٹکنیکی کامیابیوں کے علاوہ تہذیبی اور معاشی تعمیر کے تجربات میں بھی شریک کیا اور انتظامی اور سماجی معیشت کی ساخت کے لئے اپنے تجربات کے فوائد استعمال کرنے کی اجازت بھی دی۔ ان کی افادیت اور قطعی برتری نے ترقی پذیر ممالک کو بے حد متاثر کیا ہے۔

ان تمام محرکات کے معنی یہ ہوئے کہ نوآزاد ممالک میں اقتصادی ترقی کی کارروائیوں، سماجی ترقی اور خوش آئند انتظامی ہئیت کے رجحانات برابر ترقی پذیر ہیں۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں نوآزاد ممالک میں اشتراکی نظریات بے حد مقبول ہو رہے ہیں۔ آج وہ لوگ بھی جو سوشلسٹ نہیں ہیں، سوشلزم کے حق میں باتیں کرتے ہیں۔ وہ عوام الناس میں سوشلسٹ نظریات کی مقبولیت اور شہرت کی وجہ سے، ان کی قدر کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان تمام حالات کا براہ راست تعلق سوویت یونین کے انقلابی اثرات سے ہے اور یہ قطعی طور پر سوویت عوام کی بے پناہ کامیابی ہے جو وہ سوشلزم کی تعمیر کے سلسلے میں اپنے ملک کی حالت بدلنے، تہذیبی طور پر پسماندہ

ملک کو روئے زمین پر انتہائی ترقی پسند خیالات و نظریات کا علمبردار بنانے انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کے تمام ذرائع اور قومی عدم مساوات کو ختم کرنے اور سائنسی و تکنیکی ترقی میں پیش پیش ہونے کے قابل بنانے میں کردہے ہیں۔ یہی وہ بنیادی وجہ ہے کہ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے لاکھوں کروڑوں عوام سوشلزم کے حق میں ہیں۔

سوویت یونین کو غیر سرمایہ دارانہ راہ اختیار کرنے کے لیے، جسے اب بے شمار ممالک ترجیح دیتے ہیں، کئی تجربات سے گزرنا پڑا۔ یہ سوشلزم کا وہی راستہ ہے جسے زار روس کی دور دراز نو آبادیاتی سرزمین، مرکزی ایشیا اور ٹرانس کاکیشیا کے ممالک نے اختیار کیا۔

حال ہی میں سوویت یونین نے تین سوویت جمہوریتوں، ازبکستان، تاجکستان اور ترکمانیہ کی آزادی کا چالیسواں سال منایا۔ انقلاب اکتوبر سے قبل یہ ممالک انتہائی پسماندہ جاگیردارانہ علاقے تھے۔ جہاں غربت اور مکمل ناخواندگی کا دور دورہ تھا۔ ان کی سماجی اقتصادیات کی ترقی کی سطح انقلاب سے قبل کے مصر سے بھی نیچے تھی۔ لیکن آج یہ ممالک صنعتی طور پر انتہائی ترقی یافتہ سوشلسٹ جمہوریتیں ہیں، جہاں زرعی پیداوار دن دوگنی رات چوگنی ترقی پر ہے۔ مثال کے طور پر جمہوریہ ازبکستان میں ترکی سے سات گنا زیادہ اور ایران سے سولہ گنا زیادہ الیکٹرک قوت پیدا کی جاتی ہے۔ مجموعی طور پر سوویت یونین میں برقی توانائی کی پیداوار مرکزی ایشیا کی جمہوریتوں میں دو ہزار گنا بڑھ گئی ہے۔ ازبکستان میں نظام آبپاشی سے

جو عوامی دور حکومت کی مرہون منت ہے۔ قابل کاشت اراضی میں ۲۶۵ لاکھ ملین ایکڑ اضافہ ممکن ہوا۔ ۸ لاکھ نفوس پر مشتمل اس جمہوریہ کے کارخانے مشترکہ طور پر مشرق وسطیٰ اور مشرق قریب کے تمام ممالک سے زیادہ زراعتی مشینری تیار کرتے ہیں۔

جس وقت تاجک عوام نے سوشلزم اختیار کیا اس وقت ہر دس افراد میں سے ایک کوڑھ، آشوب چشم اور اس طرح کی مہلک بیماریوں میں مبتلا تھا طاعون اور ہیضہ کی بیماریاں عام تھیں۔ لیکن اب نوجوان تاجک ان بیماریوں کے بارے میں صرف اتنا ہی جانتے ہیں جو وہ اپنے آباؤ اجداد سے سن چکے ہیں۔ جہاں تک طبی امداد کا تعلق ہے، مرکزی ایشیا کی جمہوریتوں کو امریکہ جیسے کئی سرمایہ دار ممالک کی نسبت زیادہ بہتر سہولتیں میسر ہیں۔ ازبک، تاجک اور ترکمان عوام اس حقیقت پر بجا طور پر فخر کرتے ہیں کہ ان کی جمہوریتوں کے فی دس ہزار باشندوں میں طلباء کی تعداد انگلینڈ، فرانس اور اٹلی کے طلباء سے نسبتاً دو یا تین گنا زیادہ ہے اور ترکی سے چھ گنا زیادہ۔

یہی وہ ممکنہ فوائد ہیں جو غیر سرمایہ دارانہ طریق ترقی میں مضمر ہیں۔ سوویت یونین کا عقیدہ ہے کہ سابقہ نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی عوام کو حق و اختیار ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اپنی تعمیر و ترقی کے لئے خود کوئی راستہ اختیار کریں۔ وہ اپنے نظریات اور طرز حیات کسی پر مسلط کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن وہ ثقافتی اور معاشی ترقی کے سلسلے میں کئے گئے تجربات کے فائدوں میں ان ممالک کو شریک کرنے پر راضی ہے۔

سوویت یونین اور ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک کے درمیان تجارت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ آٹھ سال کے عرصہ میں (۶۳ - ۱۹۵۳) تجارت ۶۶۳ گنا بڑھ گئی ہے۔ یہ تجارت جو نفع اندوزی اور استحصال کے رجحانات سے آزاد ہے، نو آزاد ممالک کے بنیادی معاشی مسائل کے حل کرنے میں مددگار ثابت ہوئی ہے۔ سوویت یونین ابتدا ہی سے نو آزاد ممالک کو مشینری اور آلات برآمد کرتا ہے اور اکثر یہ مشینری مکمل صورت میں دی جاتی ہے۔ ۱۹۶۲ء میں سوویت یونین کی طرف سے نو آزاد ممالک کو بھیجی گئی مشینری اور آلات روس کی کل برآمد کے ۵۲ فی صد حصہ کے برابر تھے مگر چند سال بعد یہ شرح بڑھ گئی۔ چند ملکوں مثلاً متحدہ عرب جمہوریہ اور افغانستان میں روس سب سے زیادہ جدید مشینری اور آلات مہیا کرتا ہے اس طرح سوویت یونین آزاد ممالک کی نوخیز قومی صنعت کی پیداوار اور خام اشیاء بھی خریدتا ہے۔ سوویت یونین اور ہندوستان کے درمیان ۱۹۶۳ء میں جو معاہدہ ہوا تھا اس میں ایک شرط یہ بھی شامل تھی کہ ہندوستان سے روس کو برآمد ہونے والی اشیاء کا ۵۰ فی صد حصہ تیار و نیم تیار اشیاء پر مشتمل ہوگا۔ سوویت یونین اور سیلون کے درمیان ۱۹۶۴ء کے معاہدہ میں سیلون سے روس کو برآمد ہونے والی اشیاء میں صنعتی اشیاء کے شامل ہونے کا ذکر ہے۔

سوویت یونین اور دیگر سوشلسٹ ممالک، نو آزاد ملکوں میں قیمتوں کو یکساں رکھنے کی ضمانت دیتے ہیں جس سے ان ملکوں کی اقتصادی منصوبہ بندی

یزائی ہوتی ہے۔ سابقہ نوآبادیات اور نیم نوآبادیات کو قابل اعتماد منڈیاں حاصل نہیں جو اقتصادی بحران اور قیمتوں کی کمی کی تخریبی کارروائیوں سے، جو سرمایہ دار ممالک کی اقتصادیات کا خاصہ ہیں مستثنیٰ ہیں۔

سوشلسٹ ممالک میں، پیداواری قوتوں کی اعلیٰ پیمانہ پہ ترقی، اقتصادی خوشحالی کی منظم خاصیت اور عوامی فلاح وبہبود کے روزافزوں اضافہ نے ان کے برآمدی وسائل اور درآمدی اختیاجات کی استوار ترقی کو یقینی بنا کر انہیں نوخیز ممالک کی تجارت میں ایک قابل اعتماد اور پہلے سے زیادہ اہم تجارتی حصہ دار بنایا ہے۔

سوشلسٹ ممالک سے تجارتی لین دین میں نوآزاد ممالک کا دارومدار عالمی سرمایہ دارانہ منڈیوں پر کم ہوتا ہے۔ اس لئے ترقی پذیر ممالک کو سامراجی ممالک کے حلقۂ اثر میں رکھ کر خام مال مہیا کرنے کے فرض کی بجاآوری اور سامراجی ملکوں کی کوششوں کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ اہم فعال اجزا میں سے ایک ہے۔

سوویت یونین ان نوخیز ممالک کی مکمل حمایت کرتا ہے جو بین الاقوامی تجارتی تعلقات میں عدم مساوات اور فرق وامتیاز سے نجات حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ان ممالک کے اندر سامراج کی استحصالی کارروائیوں نے معیشت کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔

تجارت وترقی کے متعلق اقوام متحدہ کی کانفرنس منعقدہ جنیوا ۱۹۶۴ء میں روس اور دیگر سوشلسٹ ممالک نے بین الاقوامی تجارت اور عالمی معیشت

میں ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک کی حالت بہتر بنانے اور ان کے مفادات کے تحفظ کے لیئے تمام کارروائیوں کی پُرزور حمایت کی۔

سوویت نمائندے نے اعلان کیا کہ سوویت یونین ان ملکوں سے خام اور تیار شدہ و نیم تیار شدہ اشیاء کی خریداری میں بتدریج اضافہ کرے گا اس پر عمل کرتے ہوئے سوویت یونین ۱۹۷۰ء تک ان ملکوں سے ۱۹۶۳ء کے مقابلے میں دو یا تین گنا زیادہ ناریل اور لوہا درآمد کرے گا۔

سوویت نمائندے نے خواہش مند ترقی پذیر ملکوں سے ان کی خاص اشیاء کی پیداوار بڑھانے کے سلسلے میں امداد دینے کی رضامندی کا بھی اظہار کیا۔ جینیوا کانفرنس کے اختتام کے فوراً بعد سوویت یونین نے کانفرنس میں قبول کی ہوئی اپنی ذمہ داری کو سنبھالتے ہوئے نو آزاد ممالک سے روس میں درآمد کی ہوئی اشیاء پر محصول ختم کر دیا۔ یہ کارروائی ان ملکوں سے سوویت یونین کی یکجہتی و اشتراک کا ایک سنجیدہ اظہار اور استحصال سے آزادی اور معاشی ترقی کے لیئے ان ملکوں کی کوششوں کی حمایت کی ایک واضح مثال ہے۔

سوویت یونین اور دیگر سوشلسٹ ممالک میں اقتصادی اور معاشی تعاون نو آزاد ممالک اور سامراجی قوتوں کے تعلقات پر کافی اثر انداز ہوا ہے۔ خصوصاً سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے متعلق ان کی پوزیشن میں واضح فرق پیدا ہوا ہے۔ اگرچہ ترقی پذیر ملک خود اس نظام کا ایک حصہ ہیں لیکن شکر ہے کہ سوشلسٹ ممالک سے ناطہ جوڑنے کے بعد وہ سرمایہ دارانہ

نظام اور قوانین کی مکمل ماتحتی سے بچ گئے ہیں - ان حالات میں سرمایہ دارانہ نظام کے لیئے نوخیز ممالک کے خلاف اقتصادی حربوں کا موثر استعمال بہت زیادہ مشکل ثابت ہوا ۔ مصر، گینی، کیوبا اور چند دیگر ممالک کے حالات سے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اب سرمایہ دار ممالک ان ملکوں کو اقتصادی دباؤ میں رکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں -

۵۷ — ۱۹۵۶ء میں نہر سویز کا جزا رہا دنے کے بعد جب مغربی ممالک نے مصر کو اپنے آگے جھکانے کے لیئے اقتصادی جنگ کے حربے استعمال کیئے تو سوویت یونین اور دیگر سوشلسٹ ممالک اسے بچانے کے لیئے میدان میں آئے اور مصر کی کپاس کی خریدا پنے ذمہ لی - اور اسے ضروری اشیا برآمد کیں - اسوان بند کی تعمیر میں سوویت یونین کے مالی تعاون کے فیصلے نے مصر کو دوبارہ بلیک میل کرنے کی مغربی اجارہ داروں کی کوششیں ناکام بنادیں -

عوام کے حق خودارادی اور آزادانہ ترقی کے لیئے اپنی مرضی اور پسند کے اظہار کے "جرم" میں فرانس نے گینی کے خلاف جو تعزیری کارروائیاں شروع کی تھیں سوویت یونین نے اس نوخیز جمہوریہ کو ان کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے کے لیئے اس سے بڑی مقدار میں خریداری کی اور بھاری مالی اور تکنیکی امداد دی -

جب امریکی سامراج نے FREEDOM ISLAND کیوبا کی ناکہ بندی کی تو سوویت یونین اور دیگر ممالک نے کیوبا کی شکر خرید نے ،اس کی معیشت

کے لیئے لازمی اشیا مہیا کرنے اور مالی و تکنیکی امداد کی صورت میں اس سے بہت زیادہ تعاون کیا۔

سوویت یونین کے دوسرے سوشلسٹ ممالک سے معاشی اور اقتصادی تعلقات نے نو آزاد ممالک کی پوزیشن کو مستحکم کر کے غیر ملکی اجارہ کے لیئے نو آبادکاروں کی خواہشوں کو محدود اور غیر موثر بنانے اور سامراجیوں کو رعایت، دینے پر مجبور کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔ یہ بات اس بلاواسطہ اور بے لوث امداد کی علامت ہے جو سوشلسٹ ممالک، نو آزاد ملکوں کو دیتے ہیں۔ بے شک یہ امداد ایک آراستہ کردار تخلیق کرتی ہے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ موجودہ حالت میں یہ امداد اتنی ہی اہم ہے جتنی بالواسطہ امداد، جو سوشلسٹ ممالک ان ملکوں کو دے رہے ہیں۔

گزشتہ ساٹھ سال سے سامراجی طاقتوں کی طرف سے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک کو قرض دینے کی پالیسی میں جو بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں وہ بلاشبہ سوشلسٹ ممالک کی طرف سے ان ملکوں کو بلاواسطہ ملنے والی امداد کا نتیجہ ہیں۔ اور سوشلسٹ اور نو آزاد ممالک کے درمیان ہم آہنگ اور مساوی معاشی تعلقات کے نتائج ہیں۔

سامراجی ممالک اب اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ محض وہی واحد ذریعے نہیں ہیں جن سے ترقی پذیر ممالک قرضے اور سائنسی یا تکنیکی امداد طلب کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں جب کہ نو آبادکار، نو آزاد ممالک کی ترقیات کو سرمایہ داری کی راہ پر ڈالنے کی کوشش میں لگے ہیں، یہ بات

خاص اہمیت رکھتی ہے۔

۱۹۵۵ء میں جب کہ سوویت یونین کی معاشی اور تکنیکی امداد کا معاہدہ صرف دو ایشیائی ملکوں کے ساتھ تھا۔ آج سوویت یونین ایشیا اور افریقہ کے اٹھائیس ملکوں سے اقتصادی تعاون کر رہا ہے۔ آیئے! ان چند منصوبوں کا مختصر جائزہ لیں جو سوویت یونین کے مالی اور تکنیکی تعاون سے شروع کئے گئے ہیں۔

ہندوستان

سوویت یونین کی امداد و تعاون سے قائم کردہ کارخانوں اور صنعت گاہوں میں سے دیوہیکل بھیلائی BHILAI کا کارخانہ ہندوستان کی معیشت کے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے پہلے حصہ نے جس کی سالانہ پیداواری گنجائش دس لاکھ ٹن ہے کام شروع کر دیا ہے۔ اب اس کارخانے کی پیداواری گنجائش کو سالانہ ۲۵،۰۰،۰۰۰ ٹن تک بڑھانے کے لئے تعمیری کام جاری ہے۔

نویلی NEIVELI کی تھرمو الیکٹرک پاور اسٹیشن کی پیداواری گنجائش جلد ۴،۰۰،۰۰۰ کلو واٹ ہو جائے گی۔ اور اس کے ساتھ سورت گاڑھ SURAT GARCH میں ۳۹،۰۰۰ ایکڑ زمین پر مشتمل ایک ماڈل فارم بنانے کا کام مکمل ہو چکا ہے بمبئی میں ۲۰۰۰ طلبا اور ۳۰۰ پوسٹ گریجویٹ طلباء کے لئے ایک ٹکنیکی ادارہ کھول دیا گیا ہے۔

سوویت یونین بکارو BOCARO میں لوہا صاف کرنے کا مزید ایک کارخانہ بنانے میں مدد دے گا۔ جس میں ۱۵،۰۰،۰۰۰ سے لے کر ۲۰،۰۰،۰۰۰ ٹن فولاد

ہر سال پیدا کرنے کی گنجائش ہوگی اور اس کارخانے کی سالانہ پیداواری گنجائش کو ۴۰۰۰۰۰۰۰ ٹن تک بڑھانے کے امکانات ہوں گے۔ اس مقصد کے لئے ہندوستان کو ۱۹۰ ملین روبل قرض دیئے گئے ہیں۔

سوویت یونین رانچی میں مشین سازی کا ایک کارخانہ جس میں ۴۵۰۰۰ ٹن مشینری سالانہ پیدا کرنے کی گنجائش ہوگی، قائم کرنے میں حصہ لے رہا ہے۔ ایک اور منصوبہ کے تحت سوویت یونین کے اشتراک سے ہردوار HARDWAR میں بجلی کے بھاری آلات بنانے کا ایک کارخانہ قائم کیا جائے گا جس میں سالانہ بجلی کے اتنے جنریٹر تیار کئے جائیں گے جو مجموعی طور پر ۲۷۰۰۰۰۰ کلوواٹ بجلی پیدا کر سکیں گے۔ یہ کارخانے ہندوستان کو اس قابل بنا دیتے ہیں کہ وہ اپنی صنعت کے بڑے بڑے شعبوں کو ملکی تیار شدہ آلات مہیا کرنے کی ضمانت دے سکیں۔

سوویت ماہرین کے تعاون سے تمام ملک میں تیل اور گیس کی تلاش کا کام جاری ہے۔ اب تک تیل کے آٹھ ذخائر دریافت ہوئے ہیں اور ایندھن کے ان قیمتی ذخائر کو صنعتی استعمال میں لانے کا کام شروع کیا جا چکا ہے۔ سوویت یونین کی امداد سے تیل صاف کرنے کے دو کارخانے تعمیر ہو چکے ہیں۔ ایک کوئلہ کا کارخانہ اور ایک دواسازی کا کارخانہ۔

متحدہ عرب جمہوریہ

سوویت یونین کی امداد ۱۰۰ صنعتی اور زرعی منصوبوں پر استعمال کی جا رہی ہے۔ ان میں سے ایک اسوان ڈیم ہے جو دنیا کے سب سے بڑے

آبی منصوبوں میں سے ایک ہے متحدہ عرب جمہوریہ کے لوگ اسے سعد العالی یعنی عجوبۂ نیل کہتے ہیں۔ صدر ناصر نے اسے متحدہ عرب جمہوریہ کے ہر فرد کی امیدوں اور موت وزیست کا معاملہ قرار دیا ہے۔

عالمی تجربات و مشاہدات میں اس کے علاوہ کسی اور بند کی مثال موجود نہیں ہے جو ۱۱۱ میٹر اونچی اور ۵ کلومیٹر طویل ہو۔ اور جس کی بنیادیں ریگستان میں ہوں۔ جسامت میں یہ مشہور CHEOPS مینار سے سترہ گنا بڑا ہے۔ جب یہ پایۂ تکمیل کو پہنچے گا تو اس کے ساتھ ایک تالاب بن جائے گا۔ جس میں ۱,۳۰,۰۰۰ ملین کیوبک میٹر پانی کی گنجائش ہوگی جو دنیا کا سب سے بڑا سمندر نما تالاب ہوگا۔ اس عظیم الشان تالاب سے ۷,۵۰,۰۰۰ ایکڑ زمین مستقل طور پر قابل کاشت بنائی جا سکے گی۔ اور ۲۵ء۱ ملین ایکڑ زمین از سر نو زیر کاشت لائی جا سکے گی۔ اس تالاب کی مدد سے اہل مصر سیلابوں اور طوفانوں کی تباہ کاریوں کو قابو میں رکھنے کے قابل ہو سکیں گے جو ان کے لئے ناقابل بیان مصائب کا سبب ہیں۔

۱۹۶۴ء میں اس بند نے نامکمل ہونے کے باوجود ملک کو سیلاب کے زبردست نقصانات سے کافی حد تک محفوظ رکھا۔ بند پر ایک ہائیڈرو الیکٹرک سٹیشن قائم کیا جا رہا ہے جس کی پیداواری گنجائش ۲۱,۰۰,۰۰۰ کلو واٹ ہوگی اور یہ سٹیشن دنیا کے بڑے بڑے اسٹیشنوں میں سے ایک ہوگا۔ یہ سالانہ ۱۰,۰۰۰ گھنٹہ کلو واٹ بجلی کی قوت پیدا کرے گا جو تمام متحدہ عرب جمہوریہ کی موجودہ پیداوار سے دوگنا ہے۔

اسوان ہائیڈرو پاور اسٹیشن سے ملک کی قومی آمدنی میں سالانہ ۲۳۴ ملین پونڈ کا اضافہ ہوگا یعنی قبل از انقلاب کی کل قومی آمدنی کے نصف کے مساوی۔

مصر میں سوویت یونین کی امداد سے فولاد اور لوہے کے کارخانے تعمیر ہوئے ہیں۔ ان میں ہلوان کے مقام پر زیر تعمیر کارخانہ بھی شامل ہے۔ جس سے ملک میں فولاد کی ضروریات پوری ہوں گی۔ اور اس کی کچھ مقدار برآمد بھی کی جاسکے گی۔ پتھر کے کوئلے اور کیمیائی کارخانے، جو سوویت یونین کی امداد سے بنے ہیں، مصر میں اپنی نوعیت کے پہلے کارخانے ہیں۔ ان سے ملک میں پتھر سے کیمیائی کوئلے کی پیداوار اور فولاد کی صنعت کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں سکندریہ کے شہر میں تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ تعمیر کیا گیا ہے اور مزید ایک کارخانہ سویز میں بنایا جارہا ہے۔ جس میں ۲۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن خام تیل صاف کرنے کی گنجائش ہوگی۔ جس سے ملک میں تیل صاف کرنے کی استعداد پچاس فیصد زیادہ ہوگی۔

تحقیقاتی مقاصد کے لئے سوویت سائنس دانوں کے تعاون سے ۲،۰۰۰ کلو واٹ کا ایک ایٹمی ری ایکٹر اور ایک طبیعاتی تجربہ گاہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ یہ براعظم افریقہ میں اپنی نوعیت کے پہلے ادارے ہیں۔

ان کے علاوہ کئی اور صنعتی کارخانے تعمیر کئے گئے ہیں جن میں کپاس کاٹنے کا کارخانہ، المونیم کے تار اور ریتی بنانے کا کارخانہ، جراثیم کش اور دیگر ادویات سازی کا کارخانہ وغیرہ شامل ہیں۔ سوویت ماہرین کے تعاون سے اعلیٰ پیمانے پر کیا گیا طبقات الارضی سروے کے نتیجے میں ملکی صنعت

کے بنیادی شعبوں کی ترقی میں کام آنے والے ضروری خام مال کی کھپت بڑھ گئی ہے۔

ہنرمند مزدوروں کی تربیت کے لئے سوویت ماہرین کی مدد سے تعلیمی مراکز بھی قائم کئے گئے ہیں۔

سوویت یونین بھاری مشین سازی کا ایک کارخانہ، قلعی کا ایک نیا کارخانہ فولاد کے کارخانے کو وسعت دینے اور ایک بھاپی بجلی گھر بنانے کے لئے مالی اور تکنیکی امداد پر بھی رضامند ہوا ہے۔

اس کے علاوہ سوویت یونین نے ۱۰،۰۰۰ ایکڑ زمین پر ایک جدید فارم بنانے کے لئے جس میں سائنس اور ٹکنالوجی کے تازہ ترین طریقے استعمال کرنے کے ذرائع، اعلیٰ پیمانے پر پیداوار حاصل کرنے کی نمائش کا بندوبست ہوگا۔ متحدہ عرب جمہوریہ کو تحفے کے طور پر بہت سی بھاری زرعی مشینری اور آلات دیئے ہیں۔

الجزائر

سوویت یونین نے عوامی جمہوریہ الجزائر کو ۲۵،۰۰۰،۰۰۰ روبل کا قرضہ دیا ہے۔ اس قرضہ سے الجزائر کو لوہے اور فولاد کا ایک کارخانہ بنانے میں مدد مل جائے گی جو سالانہ ۳،۵۰،۰۰۰ ٹن لوہے کا ڈلا تیار کر سکے گا۔ اس کے علاوہ اس سے کئی اور صنعتی کارخانے قائم کئے جائیں گے سوویت یونین کے ادارے آبی وسائل کو ترقی دینے کے لئے کھوادائی کریں گے اور ۲۵،۰۰۰ اراضی کو پانی مہیا کرنے کے لئے ۲۸ بند بنائیں گے۔ اس سے الجزائر

میں تکنیکی اور سائنسی زراعت میں مدد ملے گی۔ اور زرعی پیداوار میں ۲۰ سے ۲۵ فی صد تک اضافہ ہوگا۔

سوویت امداد سے کپاس کی زیر کاشت اراضی کو ۲۵،۰۰۰ سے ۳۰،۰۰۰ ایکڑ تک بڑھانے کے لئے منصوبہ بنایا گیا ہے۔ کپاس کی پیداوار بڑھنے سے الجزائر کپڑے کا کارخانہ بنانے کے قابل ہو کر اپنا خام مال خود استعمال کر سکے گا۔ چقندر کی زیر کاشت اراضی کے رقبہ میں اضافہ سے الجزائر سالانہ ۳۰،۰۰۰ ٹن مزید شکر پیدا کرنے کے قابل ہوگا اور اس قیمتی شئے کی درآمد کافی حد تک کم کی جا سکے گی۔ سوویت یونین الجزائر کو ٹریکٹر اور دیگر زرعی مشینری مہیا کر کے اسے مشینی زراعت کے قابل بنانے میں امداد دے رہا ہے۔

سوویت امداد سے تیل اور گیس کی صنعت کے لئے ماہرین کی تربیت کا ایک ادارہ اور ایک ٹکنیکل سکول قائم کئے جا رہے ہیں۔ ان میں ۱۰۰۰ طلباء کی گنجائش ہوگی۔ ایک پارچہ بافی اسکول میں جس میں ایک انجینئرنگ شعبہ بھی ہے ۵۰۰ طلباء کی گنجائش ہوگی۔ پارچہ بافی اور صنعت کے دیگر شعبوں اور زراعت میں لوگوں کو تربیت دینے کے لئے بھی تعلیمی مراکز کھولے جائیں گے۔ ان میں سے چند ادارے پہلے سے کام کر رہے ہیں۔

افغانستان

سوویت یونین افغانستان کو بجلی، پٹرولیم، معدنیات اور لوہے کی صنعت، زراعت و آبپاشی اور افرادی تربیت میں مدد دے رہا ہے۔

کوہ ہندوکش کے ساتھ ۷۰۰ کلومیٹر شاہراہ سوویت امداد سے بنائی گئی تھی کشکہ ہرات، قندھار کے درمیان ۶۷۸ کلومیٹر طویل ایک اور شاہراہ تکمیل کے قریب ہے۔ یہ ملک کے جنوبی اور مشرقی حصوں کو ملاتی ہے۔

جلال آباد کی ۷۰ کلومیٹر طویل آبپاشی نہر نے کام شروع کر دیا ہے۔ کابل میں تعمیر مکانات کی ایک ایجنسی قائم کی گئی ہے، جو سالانہ ۳۵،۰۰۰ مربع میٹر رقبہ پر رہائشی مکانات تعمیر کرے گی۔

اناج کے دو گودام، کیسل قلعہ کی دریائی بندرگاہ اور کابل اور باگرام میں دو ایئر پورٹ بنائے گئے ہیں۔

اب کابل میں ایک ہائیڈرو الیکٹرک سٹیشن، شاہراہیں اور ایک ہزار طلباء کے لیئے ایک پولی ٹکنیک ادارہ زیر تعمیر ہیں۔ تیل کی صنعت اور معدنیاتی طبقات الارض کے ماہروں کے لیئے ساز و سامان سے لیس ایک تربیتی اسکول جس میں ۵۰۰ طلبا کی گنجائش ہوگی اور موٹر کاروں کی مرمت کے کارخانے کے لیئے تربیتی اسکول وغیرہ قائم کیئے جا رہے ہیں۔ سوویت یونین کے ماہروں نے قدرتی گیس کے بڑے ذخائر دریافت کرنے میں بھی مدد دی ہے۔

گھانا

یہاں سوویت یونین نے تقریباً ۲۰ صنعتی اور زرعی کارخانوں کی تعمیر میں حصہ لیا ہے جن میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

کواڈ کے ڈلے بنانے والا کارخانہ جس کے ذریعہ اہل گھانا صنعتی طریقوں سے مکان بنا سکیں گے۔ گھانا کی سونے کی کانوں سے نکلے ہوئے سونے

کو صاف کرنے کا کارخانہ، جس سے گھانا برطانوی اجارہ داری کی محتاجی سے نجات حاصل کرے گا۔ اور ماہی گیری کی صنعت کے چند کارخانے جن سے گھانا کو مچھلی کی درآمد کو پچاس فی صد تک کم کرنے میں مدد ملے گی۔

اس کے علاوہ سوویت یونین کی امداد میں ۲۰۰ بستروں کے ایک ہسپتال کی تعمیر، زراعت، تعمیر مکانات اور مشین سازی کی صنعت کے کاریگروں کے لئے تربیتی اسکول، عکرہ اور تیما میں رہائشی علاقہ، ایک مشینی کارخانہ، کپڑے کا ایک کارخانہ، چاول اور مکئی کی کاشت کے لئے ایک سٹیٹ فارم کا قیام شامل ہیں۔

سوویت یونین کے ماہروں کے تعاون سے کپاس کی کاشت اور طبقات الارضی تحقیقات جاری ہیں۔

گینی

گینی میں سوویت امداد سے تیس صنعتی اور زرعی کارخانے بن گئے ہیں اور کچھ بنائے جا رہے ہیں۔ ایک ڈیزل الیکٹرک اسٹیشن، ایک سرد خانہ ملک کے دارالخلافہ کوناکری میں ایک ہوٹل، ایک ریڈیو اسٹیشن، ٹین سازی کا ایک کارخانہ، لکڑی کا ایک کارخانہ، دیتن ۷۶۱۸ میں مویشیوں کی افزائش نسل کا فارم، پولی ٹکنیک ادارہ کے لئے ایک اسٹیڈیم، گوشت کو ڈبوں میں بند کرنے کے لئے ایک ریفریجریٹنگ پلانٹ اور کوناکری کے لئے ایک ایئرپورٹ مکمل ہو گئے ہیں۔

سوویت یونین کے ماہرین اس ملک کی معدنی دولت کو مستقل بنیادوں

پر قائم کرنے، ہیرے کی کانوں اور کارخانوں کی تعمیر نو میں سہولتیں دینے میں تعاون کر رہے ہیں۔ سوویت یونین نے ۵۰۰ بستروں کے ایک ہسپتال کے لئے ادویات اور آلات بہم پہنچانے میں بھی تعاون کیا ہے۔

مالی

سوویت یونین اُفس دی نائگر میں واقع اس ملک کے زرعی کارخانہ کی ترقی کے لئے تکنیکی امداد دے رہا ہے تاکہ چاول اور کپاس کی پیداوار کافی حد تک بڑھائی جا سکے۔ سوویت امداد سے ایک اسٹیڈیم زیر تعمیر ہے۔ اسی طرح ۰۰۰،۰۰۰ٹن پیداواری گنجائش کی ایک سیمنٹ فیکٹری اور افرادی تربیت کے لئے ایک تعلیمی ادارہ کی تعمیر بھی جاری ہے۔ سونا، ہیرا، سیمنٹ کی خام اشیاء، تیل اور دوسری معدنیات کے لئے طبقات الارضی سروے جاری ہے۔ اعلیٰ انتظامیہ کا ایک تربیتی سکول، میڈیکل سکول اور زرعی تعلیمی مرکز سوویت یونین کی طرف سے تحفے کے طور پر زیر تعمیر ہیں۔

عراق

یہاں اشیائے خوردنی کو ڈبوں میں بند کرنے کا کارخانہ، سلے ہوئے کپڑوں کا کارخانہ، کنکریٹ کے سلیپر بنانے کا کارخانہ اور چار تعلیمی مراکز کے ساتھ کل تقریباً ستر منصوبے بنائے جائیں گے۔ سوویت ماہرین کے اشتراک سے عراق میں گندھک کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں جو دنیا کے بڑے ذخیروں میں سے ہیں۔

سوویت ماہرین نے بغداد، بصرہ ریلوے لائن کی تعمیر میں بھی مدد دی

ہے۔ جو ملک کی معاشی اور سیاسی زندگی کے لئے انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔ بجلی کا سامان بنانے کا کارخانہ، زرعی مشینری، جراثیم کش اور دیگر ادویات کا کارخانہ زیر تعمیر ہیں۔

شام

رستان ڈیم RASTAN DAM اور ہائیڈرو پاور اسٹیشن نے کام شروع کر دیا ہے۔ اور ۱۲،۵۰۰ ایکڑ چراگاہ کو پانی مہیا کرنے کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ سوویت ماہرین طبقات الارض نے تیل، فاسفورائٹ، لوہا اور دیگر کارآمد معدنیات کے اہم ذخائر دریافت کیے ہیں۔ سوویت امداد سے کمشائی لطاکیہ KAMYSHLY - LATAKIA کی ۷۷۰ کلومیٹر طویل ریلوے لائن بنانے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ یہ ملک کے دور دراز علاقوں کو ساحل سمندر سے ملائے گی۔ اس کے علاوہ سوویت ماہرین کیمیائی کھاد کا ایک کارخانہ بنانے میں مدد دیں گے جو شام میں کیمیائی کھاد کا پہلا کارخانہ ہے۔

یمن

بندرگاہ حدیدہ HODEEDA جو گہرے سمندر میں ملک کی جدید ترین بندرگاہ ہے مکمل کی گئی ہے۔ انقلاب کے بعد جب یمن نے جمہوریت کا اعلان کیا تو سامراجیوں نے ملک کی ناکہ بندی کی۔ اس وقت حدیدہ کی بندرگاہ ملک کا واحد دروازہ تھا جس سے نوخیز جمہوریہ نے اپنے دوست ممالک سے امداد حاصل کی۔ سخنا SOKHNA کے قصبہ میں ایک بڑا آبی نالہ بنایا گیا ہے۔ اور تیل کی پیداوار کے لئے فولاد کے چھوٹے ڈرم

اور کنستر بنانے کا ایک کارخانہ بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ سوویت امداد سے حدیدہ
میں رہائشی مکانات کی تعمیر جاری ہے۔ سوویت یونین کی طرف سے تحفہ
کے طور پر یمن میں سیمنٹ اور اشیائے خوردنی کو ڈبوں میں بند کرنے کا ایک
کارخانہ، تائز، حدیدہ HODEEDA - TAIZ شاہراہ اور دو ہزار طلبا کے
لئے یمن اسکول بنانے کا منصوبہ بنایا۔ سوویت ماہرین طبقات الارضی اور کپاس
کی کاشت میں بھی یمن کی مدد کریں گے۔ یمنی ماہرین کی تربیت کا کام بھی شروع
کیا گیا ہے۔

برما:

سوویت یونین ایک ہزار طلبا اور ایک سو پوسٹ گریجویٹوں کے لئے
ایک ٹکنیکی ادارہ کے قیام، تاؤنجی TAUNJI کے قصبہ میں ۱۰۰ بستروں کے
ایک ہاسپیتال اور ایک شفاخانہ اور رنگون میں ۲۰۰ کمروں کے ایک ہوٹل کی تعمیر
میں مدد دے چکا ہے۔ سوویت یونین اس ملک کو ایک بڑے آبپاشی منصوبہ
کی تعمیر میں امداد دے رہا ہے۔

انڈونیشیا

یہاں دو سو بستروں کا ایک ہاسپیتال، کھیل کا ایک بڑا میدان جس میں ۱۰۰،۰۰۰
کھلاڑیوں کی گنجائش ہے۔ ملک میں لوہا اور فولاد کا پہلا کارخانہ جس میں ۱۰۰،۰۰۰
ٹن سالانہ کی گنجائش ہے۔ صرف چند ایک منصوبے ہیں جن کی تعمیر میں سوویت
ماہرین نے امداد دی ہے۔ انہوں نے امبان AMBON کے ٹکنالوجی کا
ادارہ اور سپر فاسفیٹ بنانے کے ایک کارخانہ کی تعمیر میں مدد کی ہے، جو

۲۰۰،۰۰۰ ٹن سالانہ پیداوار کی گنجائش رکھتا ہے۔ امبان کے تکنیکی ادارہ، جس میں جہاز سازی اور سمندر کی تہہ کے متعلق اعداد و شمار کا شعبہ بھی ہے، ۴۰۰ عام طلبا اور ۱۰۰ پوسٹ گریجویٹ طلبا کے لئے کافی ہے، کئی ارضی تحقیقات اعلیٰ پیمانے پر جاری ہے۔

سیلون

سوویت ماہرین فولادی ڈلے کا کارخانہ اور ٹائر ٹیوب کا کارخانہ بنانے میں مدد دے رہے ہیں جو ملک میں اپنی نوعیت کا پہلا کارخانہ ہے۔ اس کارخانے کی تکمیل سے سیلون اپنی تاریخ میں پہلی مرتبہ دیسی ربڑ کے علاوہ ربڑ کی اشیاء برآمد کرنے کے قابل ہوگا۔ اناج پیسنے کا ایک کارخانہ، اناج اوپر اٹھانے کی مشین کے ساتھ زیر تعمیر ہے جس میں ۷۰،۰۰۰ ٹن اناج پیسنے کی گنجائش ہوگی۔ صرف اسی کارخانہ سے ملک کی آٹا کی ضروریات کا ⅔ حصہ پورا ہوا کرے گا۔ گنے کی کاشت کے لئے بھی جنگل ہموار کئے جا رہے ہیں۔

کمبوڈیا

ملک کے دارالخلافہ نوم پنھ میں سوویت یونین کی طرف سے تحفے کے طور پر ۵۰۰ بستروں کا ایک ہسپتال اور ایک شفا خانہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس ہسپتال کے بننے سے کمبوڈیا میں ہسپتالوں کے بستروں میں ۲۰ فی صد اضافہ ہوا ہے۔

سوویت یونین نے کمبوڈیا کو ایک اعلیٰ تکنیکی اسکول بھی تحفے کے طور پر بنا کر دیا ہے۔ جس میں ایک ہزار طلباء کے لئے تعلیم کی گنجائش ہے۔

جس سے کمبوڈیا اپنے ماہروں کو خود تربیت دینے کے قابل ہوگا۔ دریائے کمپیئی پر ایک ہائیڈرو پاور اسٹیشن بنانے میں سوویت یونین امداد دے رہا ہے۔ اس اسٹیشن کی تکمیل سے کمبوڈیا کی بجلی کی پیداوار میں کافی اضافہ ہوگا۔

سمالیہ

سوویت یونین نے سمالیہ میں مگادیشو MOGADISHU کے مقام پر ایک چھاپہ خانہ اور دو ہسپتال تحفے کے طور پر بنائے ہیں۔ ایک اسکول اور ایک ریڈیو سٹیشن کھولا گیا ہے۔ سوویٹ ماہرین گوشت کو محفوظ کرنے کا ایک کارخانہ اور تین سٹیٹ فارم بنانے میں مدد دے رہے ہیں۔

سوڈان

دودھ اور دودھ سے بنی ہوئی اشیاء کو محفوظ کرنے کا کارخانہ، ترکاری اور فروٹ کو محفوظ کرنے کا کارخانہ اور آٹے کی چکی میں اناج اوپر اٹھانے کی دو کلیں بنائی جا رہی ہیں۔

تیونس

سوویت یونین اشکیل جھیل کے قریب ۵۰،۰۰۰ ایکڑ اراضی کو زیر کاشت لانے کے لئے ہائیڈرو ٹکنیکل تنصیبات کی تعمیر اور ہائیڈرو امیلریشن HYDRO-OMELERATION کی تعمیر میں مدد دے رہا ہے۔ سوویت یونین بند کیب KASSEB DAM اور ہائیڈرو پاور اسٹیشن کی تعمیر اور تیونس یونیورسٹی میں ۷۰۰ طلباء کے لئے ایک ٹکنیکی ادارہ قائم کرنے میں تیونس سے تعاون کر رہا ہے۔

لازوال دوستی

ترقی پذیر ممالک اور قومی آزادی کے لیئے برسرپیکار محب وطن قوموں سے سوویت یونین کے اشتراک کو کچھ لوگ ناپسند کرتے ہیں یہ سامراجی قوتیں قومی آزادی کی قوتوں اور سوویت یونین اور دیگر سوشلسٹ ممالک کے تعلقات کو کمزور کرنے بلکہ ضرب پہنچانے کی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ موجودہ دور کی سامراجی پالیسی کے رجحانات میں سے ایک ہے۔ اس طرح سامراجی یہ کوشش کرتے ہیں کہ قومی آزادی اور تمام دنیا کی انقلابی تحریکوں کو نقصان پہنچانے اور کمزور کرنے کی جدوجہد کے لیئے مناسب اور سازگار حالات پیدا کریں۔

قومی آزادی کی تحریکوں کو سوویت یونین سے علیحدہ کرنے کی کوششوں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ جنگ آزادی کے جانبازوں کو ان فوائد اور سوشلسٹ ممالک کی حمایت و تعاون سے محروم رکھیں، جو عالمی قوتوں کی جدید تقسیم نے پیش کیے ہیں۔

سامراجی قوتیں سابقہ نوآبادیات اور نیم نوآبادیات میں اپنی حاکمانہ پوزیشن کی کمی اور ان پر اپنے اختیارات کی زوال پذیری کو کبھی خوش دلی سے قبول نہیں کرتیں۔ نوآبادیاتی علاقوں میں انقلابات کو روکنے کے لئے اپنی بے بسی کے سبب، وہ اسی امید پر نئے طریقے استعمال میں لانے کی کوششوں میں لگی ہوئی ہیں کہ شاید اس طرح وہ غیر ملکی اجارہ داری سے نوآزاد ممالک کے استحصال، ان ممالک میں سرمایہ دارانہ انداز ترقی کے تسلط اور انہیں عالمی سرمایہ داری معیشت کے حلقہ میں رکھ سکیں گی۔ سامراج کے ان جارحانہ منصوبوں کی تکمیل میں نوآزاد ممالک اور سوویت یونین اور دیگر سوشلسٹ ممالک کی باہمی دوستی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ جیسا کہ بتایا گیا ہے، یہ باہمی دوستی سابقہ نوآبادیات اور نیم نوآبادیات کی آزادی، خودمختاری اور ترقی و خوشحالی کی بنیادیں مستحکم کرتی ہے اور سامراجی طاقتوں سے تعلقات کے بارے میں ان کی پوزیشن مضبوط بناتی ہے۔

موجودہ دور کی فوجی اور معاشی کمزوریوں کے باوجود، یہ دوستی نوآزاد ممالک کے لئے رسمی طور پر نہیں بلکہ حقیقی سیاسی آزادی سے بہرہ ور ہونے کے امکانات پیدا کرتی ہے۔ یہ انہیں اپنی مرضی اور مفاد کے مطابق اپنی داخلی اور خارجی مسائل حل کرنے اور مستقبل کا فیصلہ خود کرنے میں مدد دیتی ہے۔

نوآزاد ممالک اور سوویت یونین کے درمیان دوستانہ تعلقات کو روکنے کے مقصد سے سامراجی قوتیں ہر ممکن جدوجہد کرتی ہیں۔ وہ معاشی اور سیاسی

دباؤ کی دھمکی، رشوت اور فوجی قوت کا مظاہرہ وغیرہ سب کچھ کر گزرتی ہیں۔ ان میں سیاسی نظریاتی دباؤ زیادہ مستعمل و موثر سمجھا جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ سامراجی قوتیں ان کارروائیوں میں سوویت یونین اور نو آزاد ممالک کے درمیان اتحاد و اشتراک توڑنے کے حقیقی مقصد کو چھپا لیتی ہیں اور اسے کسی طرح بھی ظاہر نہیں ہونے دیتیں۔ نو خیز ترقی پذیر ملکوں کا یہ ناقابل برداشت دشمن، ان ملکوں کے عوامی مفادات سے "دلچسپی" اور "غرض" رکھنے کا دعویدار ہے۔ سوویت یونین پر بہتان تراشی کرتے ہوئے وہ اشتراکی نظام کو بدنام کرنے اور سوویت یونین کی خارجہ پالیسی کے مقاصد غلط رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اپنی ضخیم کتابوں، بے شمار مقالوں اور تقریروں، سینماؤں میں دکھائی جانے والی فلموں اور ریڈیو نشریات، ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکی ممالک میں ترتیب دی ہوئی نمائشوں میں یہ سامراجی فسادی سوشلزم اور کمیونزم کے خلاف ہر ممکن طریقہ سے اپنے مفسدانہ خیالات پھیلاتے ہیں۔

سامراجی "سوویت نو آبادیات" اور روس میں "نسلی امتیاز" جیسے بے بنیاد مفروضوں کی آڑ لے کر من گھڑت افواہیں پھیلا رہے ہیں۔ وہ برابر یہ کہہ رہے ہیں کہ سوویت یونین اور بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک مبینہ طور پر ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کی قومی آزادی کی تحریکوں کو "لگام" دے کر "استعمال" کر رہے ہیں۔ اور وہ یہ سب کچھ اپنے خصوصی مقاصد کے حصول کے لئے کرنا چاہتے ہیں جو ان تحریکوں کے مفاد کے خلاف ہے۔

مثال کے طور پر مسٹر ڈبلیو روسٹو W. ROSTOW نے جو امریکی خارجہ پالیسی کے رہنماؤں میں سے ایک ہے اور امریکی محکمہ خارجہ کی خارجہ پالیسی کی منصوبہ بندی کونسل کا چیئرمین ہے، کلیولینڈ یونیورسٹی میں اپنی تقریر کے دوران بالکل یہی تاثر دینے کی کوشش کی۔

سامراجی قوتوں کی پروپیگنڈا مہم کا اصل مقصد حقیقت میں امریکی محکمہ بین الاقوامی تعلقات کے سربراہ مسٹر بال نے ظاہر کیا تھا۔ انہوں نے گزشتہ فروری کو خوش فہمی میں آکر اعلان کیا تھا کہ نو آزاد ممالک کے رہنما سوشلسٹ ممالک کی پالیسی کو ایک نئی قسم کا نو آبادیاتی نظام قائم کرنے کی خطرناک کوشش، یعنی افریقہ میں بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کی فرمانروائی سمجھتے ہیں۔

سامراجی نظریات پسند، سوویت یونین پر، جو سوشلزم کا علمبردار پہلا فاتح ملک ہے، اتہام بازی اور شک آمیز حملے کر کے، سوشلزم کے درخشاں نظریہ کو آلودہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک میں سوشلسٹ نظریات کی مزید توسیع و ترقی کے راستے مسدود کرنا چاہتے ہیں۔

وہ سوویت یونین اور کمیونزم کے خلاف پروپیگنڈا کر کے نو آزاد ممالک کے کمیونسٹوں، وطن پرستوں اور قومی آزادی کے پُرعزم جانبازوں سے سوشلزم اور عوامی خوشحالی کی سودا بازی کرنا چاہتے ہیں۔

اس لئے آج کل کمیونزم کے مخالف، سوویت یونین اور ترقی پذیر

ممالک کے درمیان دوستی و اتحاد کو نقصان پہنچانے والے سامراجی قوتوں کے سب سے بڑے آلہ کار ہیں۔ سامراجی قوتیں، قومی آزادی کی قوتوں کو بین الاقوامی سوشلزم کی قوتوں سے علیحدہ کرنے کے لئے، دونوں سطح پر یعنی عالمی اور نوآزاد ممالک کے اندر کمیونزم کے خلاف رجحانات پیدا کرنے کی زبردست کوشش کر رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کمیونزم دشمنی، ان لوگوں کے اصل مقاصد کو چھپانے کے لئے ایک نظریاتی آڑ ہے، ایک کثیف پردہ ہے، جو اسے قومی تحریک آزادی اور ہر ترقی پسندی کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خاصیت ہر کمیونسٹ دشمن پراپیگنڈا میں موجود ہے۔

حال ہی میں سامراجیوں نے کمیونزم کے خلاف انتہائی سنگین اور فوجی نوعیت کی کاروائیاں شروع کی ہیں۔ قومی تحریک آزادی، آزاد معاشی ترقی اور نام نہاد "آزادانہ مشترکہ کاروبار" کی فلاسفی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی جدوجہد کرنے والے تمام رہنماؤں پر "کمیونسٹ" لیبل چسپاں کر کے ان پر طرح طرح کے ظلم روا رکھے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ کہنا کافی ہوگا کہ رجعت پسند پراپیگنڈا کرنے والے کانگو کے عظیم فرزند پیٹرک لومبا اور گھانا کے صدر کوامی نکرومہ کو کمیونسٹ کہتے تھے۔ ان طریقوں سے سامراجی قومی تحریک آزادی کے نامور رہنماؤں کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن اس کا نتیجہ قطعی خلاف توقع تھا۔ سامراجیوں کی ان کوششوں سے عوام کی نظروں میں ان رہنماؤں کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔ کیونکہ اب عوام سمجھتے ہیں کہ کمیونسٹ عوامی خوشحالی کا سب سے نڈر اور بہادر جانباز ہوتا ہے۔

سرمایہ داری سے بڑھتی ہوئی عالمی نفرت اور معاشرتی تبدیلیوں کے لئے آزاد ممالک کے عوام کی وسیع حلقہ میں عالمگیر جدوجہد اور ایک ایسے وقت جب کہ کئی سابقہ نوآبادیاں اور نیم نوآبادیاں خوشحالی و ترقی کے راہ پر گامزن ہیں۔ کمیونزم کے خلاف نادر طریقہ کار کے نتائج کے پیش نظر اب سامراجی اپنی چالوں کو بدلنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اب وہ نظریاتی مہم میں زیادہ لچک دار طریقے اپنا رہے ہیں۔ وہ نوآزاد ممالک میں اپنے نظریاتی عقائد کی خوب تشہیر و اشاعت کر رہے ہیں، جو دراصل سوویت یونین اور نوآزاد ممالک کے درمیان اتحاد اور دوستی کی مخالفت کے لئے ہے۔ سامراجیوں کے ساختہ نئے استحصالی عقائد کو ان ممالک میں چند حلقے خوب بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہیں۔ بعض اوقات ان حلقوں کی اپنی تحریک پر ایسے عقائد پیش کئے جاتے ہیں۔

مثلاً سوشلسٹ اور سامراجی ممالک دونوں کی ترقی پذیر ممالک سے "بیگانگی" (EQUAL REMOTENESS) کی تھیوری مشتہر کی جارہی ہے۔ اس تھیوری کے سرگرم طرفدار دو متضاد سیاسی اور معاشی نظام ہیں، جو منقسم دنیا کی تخفیف (REDUCE) کر کے اسے دو برابر کے فوجی بلاکوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انہیں سامراجی قوتوں اور سوشلسٹ ممالک کی پالیسیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ غیر جانب دار ممالک بڑی طاقتوں کے درمیان آزاد ممالک NO MAN'S LAND کا ایک نادر نمونہ اور ان کی

غیر جانب دار پالیسی سوشلسٹ ممالک اور سامراجی قوتوں کے درمیان ایک حکمت عملی اور توازن ہے۔

اس حقیقت کو سمجھ لینا کوئی مشکل نہیں کہ اس قسم کے "فلسفہ" کی تشہیر و اشاعت میں سامراجیوں کے تعاون و امداد کا مقصد کیا ہے؟ وہ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ غیر جانب دار ممالک نے اگر ان کی پالیسی پر چلنے سے مکمل طور پر انکار نہ کیا تو انہیں کسی نہ کسی طرح سوشلسٹ ممالک سے علیحدہ کریں، امن اور پرامن بقا باہمی کی مستعد جنگ میں حصہ لینے سے انہیں دور رکھیں۔ اور نوآبادکاروں اور سامراج کی مخالفت سے انہیں باز رکھیں۔ لیکن جس طرح کہ جنگ اور امن اور نوآبادکاری حکومت اور قومی حکومت کے درمیان کوئی بیچ کا راستہ نہیں ہے۔ اسی طرح سامراجی طاقتوں، جو جارحیت اور قوموں کو غلام رکھنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور سوشلسٹ ممالک، جو امن اور محکوم اقوام کی آزادی کے لئے مصروف جد و جہد ہیں، کے درمیان بیچ کا کوئی راستہ نہیں ہو سکتا۔

دنیا کو "امیر" اور "غریب" قوموں" میں تقسیم کرنے کی رسوائے زمانہ "تھیوری" بھی سامراجیت کے مفاد پرست حلقوں کے تعاون سے پھیلائی جا رہی ہے۔ غیر جانب دار ممالک کے وہ سیاست دان، جنہوں نے اس اصول کا بغور مطالعہ نہیں کیا ہے بعض اوقات اسے قبول کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔

بے شک صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک اور سابقہ نوآبادیاتی اور نیم

نو آبادیاتی ملکوں کے درمیان موجودہ بڑھتا ہوا خلا آج کا ایک نازک مسئلہ ہے جو بنی نوع انسان کی نسل کے اضافہ کے ساتھ مزید اہمیت حاصل کرتا ہے۔

۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق ترقی یافتہ ممالک میں فی کس پیداواری آمدنی ۱۰۴۰ ڈالر تھی اور ترقی پذیر ممالک میں ۱۰۰ ڈالر جب کہ ۱۹۶۱ء میں یہ بالترتیب ۱۴۸۰ اور ۱۳۵ ڈالر تھی۔

قدرتی طور پر یہ مسئلہ جو افلاس، ناخواندگی اور بیماریوں کی شکل میں ایک ناخوشگوار روزمرہ حقیقت ہے، نو آزاد ممالک کے عوام کے لئے انتہائی تشویشناک ہے۔ یہ عوام اپنے لئے عام انسانی حالات پیدا کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ یہ انتہائی ذوق و شوق سے تعلیم اور ثقافت میں رسائی حاصل کر رہے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو جدید معاشرہ کی پیش کی ہوئی تمام اچھی چیزوں سے استفادہ حاصل کرنے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔

تاہم یہ معلوم کئے بغیر کہ یہ مسئلہ کس طرح پیدا ہوا، اسے حل کرنا ذرا مشکل ہے۔ سابقہ نو آبادیات اور نیم نو آبادیات میں افلاس اور استحصال، نو آباد کاروں کی طرف سے کی گئی استحصالی کارروائیوں کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔ ان ملکوں میں عوام کی بدحالی کا تعلق فطری طور پر امیر سامراجی ملکوں کی اعلیٰ ترقی سے ہے، جو نو آبادیاتی عوام کے استحصال سے موجودہ اعلیٰ سطح پر پہنچی ہے۔ دنیا کو دو حصوں یعنی "امیر" اور "غریب" قوموں میں تقسیم کرنے کی عام ذمہ داری سامراجیت پر عائد ہوتی ہے۔ "غریب" اقوام وہ ہیں جن پر سامراجیوں

نے قومی محکومی اور نوآبادیاتی استحصال کا بوجھ مسلط کیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ کہنا کافی ہوگا کہ نوّے سال تک (۱۷۶۰ تا ۱۸۵۰) ــــــ جو برطانوی سامراج اور برطانیہ عظمیٰ کی صنعتی استعداد کی تخلیق کے لئے ایک طویل دور ہے حکمران طبقہ نے صرف ہندوستان سے ۵۰۰ ملین پونڈ سٹرلنگ سے زیادہ رقم بٹوری۔

یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ سرمایہ دار ممالک اور معاشرتی طور پر پسماندہ ممالک کے درمیان معاشی اقتصادی خلا پر قابو پانے کا مسئلہ سامراج کے خلاف جدوجہد کا ایک حصّہ ہے۔ اس مسئلہ پر قابو پانے کے لئے جدوجہد کو تیز تر کرنے، سابقہ نوآبادیات اور نیم نوآبادیات کو سامراجی اجارہ داروں کے استحصال سے نجات دلانے، انہیں عالمی سرمایہ دارانہ معاشیات کی خام مال کی منڈی بننے سے بچانے اور قومی انقلاب آزادی میں ترقی پسند سوشلسٹ اصلاحات کے ذریعے اس مسئلہ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اور اسی طرح اس پر قابو حاصل کرنا چاہیئے۔

مزید برآں "امیر" اور "غریب" اقوام کا نظریہ دراصل سوشلسٹ ممالک کو جو سوشلسٹ نظام کی قوت کی تنظیم نو اور اپنے عوام کی دلیرانہ محنت کے ذریعے اعلیٰ معاشی ترقی حاصل کر چکے ہیں، سامراجی قوتوں کے ہم پلّہ کرتا ہے۔ جو نوآبادیاتی لوٹ کھسوٹ سے امیر بن گئے ہیں اور نوآزاد ممالک کی قیمت پر اپنی دولت کو بڑھانے میں اب تک مصروف ہیں۔

یہ نظریہ ان ممالک کو جو دنیا کے معاشی تعلقات میں عدم مساوات اور

نوآبادیاتی نظام کو مکمل ختم کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے ہیں اور ہر ممکن ذریعہ سے معاشی آزادی اور سماجی ترقی کے لئے نوآزاد اقوام کی جنگ میں مدد دیتے ہیں۔ اُن قوتوں سے ہم رنبہ کرتا ہے۔ جو نوآزاد ممالک پر اپنے اختیارات کی کمی میں کسی مصالحت پر تیار نہیں اور مسلسل انہیں خام مال کے لئے اپنا ذخیرہ اور گودام سمجھتے ہیں۔ اپنی جدید نوآبادکاری حیثیت سے سابقہ نوآبادیات اور نیم نوآبادیات پر حملہ کرکے ان کی معاشی آزادی اور سماجی اقتصادی پسماندگی پر قابو پانے کے لئے رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔

سامراجی قوتوں نے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں لاکھوں کروڑوں عوام کو افلاس، بیماری اور ناخواندگی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اپنے ان ظلم کی صفائی اور اس پر پردہ اخفا کا جواز مہیا کرنے کے لئے سامراجی ملکوں اور سوشلسٹ ممالک کو ایک ہی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ظاہر ہے کہ "غریب" اور "امیر" اقوام کا موجودہ نظریہ، اس کے حمایتیوں کے ارادوں کا امتیاز کئے بغیر جو فکری ہم آہنگی سے کوسوں دور ہیں، عالمی سوشلزم اور نوآزاد ممالک کے اتحاد و اشتراک کے خلاف ہے۔ اس کے مخصوص خطرات اس حقیقت میں مضمر ہیں کہ یہ نوآزاد ممالک کے ایک اہم مسئلہ سے ہٹ دھرمی برتتا ہے جو عوامی تشویش کا سبب ہے۔

مغربی ممالک کے پریس اور رجعت پسند مشہورین اور سماجی ماہرین کی تحریروں میں جنہوں نے مشہور کیا ہے کہ بیسویں صدی کا حقیقی انقلاب ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان "طبقاتی کشمکش" ہے۔ "امیر" اور "غریب"

کے اصول کو روز افزوں شہرت ملنے کا اچھا جواز ہے۔
اپنی خفیہ خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے وہ دعویٰ کرتے ہیں، جس طرح امریکہ کے پروفیسر بی زگمنڈ (Z. ZIGMOND) نے کہا ہے کہ قومی تحریک آزادی کے رہنما اور حصہ لینے والوں کے لئے خط تقسیم بین طور پر دنیا کے "امیر" اور "غریب" معاشی طور پر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر، تکنیکی طور پر ترقی یافتہ اور پسماندہ علاقوں کے درمیان ہے۔
رجعت پسند بورژوا پروپیگنڈا کے ذریعے اس قسم کے خیالات کا پرچار دراصل سامراجی پالیسیوں کے مفاد کے لئے سودمند ہے۔ پہلی نظر میں اس قسم کا نتیجہ اخذ کرنا اس حقیقت کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ "امیر" اور "غریب" اقوام کا اصول نوآزاد ممالک کو دونوں یعنی سوشلسٹ ممالک اور سامراجی قوتوں سے الگ کرتا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔
نوآزاد ممالک کو فوجی بلاکوں میں صف بستہ کرنے اور ان پر کمیونزم کی مخالفت کا ایک ناروا طریقہ مسلط کرنے میں ناکام ہونے کے بعد اب سامراجی ذرا زیادہ لچکدار چالوں پر اتر آئے ہیں اور پہلے کے مقابلے میں اپنے لئے زیادہ قابل عمل مقاصد متعین کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور اسی میں "امیر" اور "غریب" اقوام کے رسوائے زمانہ اصول کی بنیادیں مضمر ہیں۔
نوآزاد ممالک میں سوشلسٹ ممالک سے علیحدگی کے بیج بو کر، یہ اصول سامراجی قوتوں کے نام نہاد "قلیل پروگرام" کے عین مطابق ہے جو سابق نوآبادیوں اور نیم نوآبادیوں کو سوشلسٹ ممالک سے الگ کرنے اور

عالمی سوشلسٹ تحریک اور قومی تحریک آزادی کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے مقاصد پورا کرتا ہے۔

اس قسم کے خیالات کے پیروکار ارادی طور پر اور اکثر غیر ارادی طور پر اپنے آپ کو سامراجیوں کے ہاتھ میں کھلونا بناتے ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اگر لوگوں میں یہ خیالات ذہن نشین کرانے میں کامیاب ہو گئے کہ سوویت یونین کی پالیسیوں میں بھی تمام دوسری "بڑی سامراجی طاقتوں" کی طرح خود غرضانہ مفاد مضمر ہے تو انہیں بہت کچھ حاصل ہوگا۔

رجعت پسند قوم پرست اور فسطائی نظریات کے پیروکار جو ایک یا دوسرے رنگ میں افریقہ اور ایشیا کے عوام کی "علیحدگی" اور "مخصوص" تاریخی مشن وغیرہ کی تبلیغ کرتے ہیں وہ بھی ان کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں جو سابق نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی عوام سے سوویت یونین کی دوستی کے خلاف ہیں۔

اس طرح کی نظریات کے مصنف اکثر و بیشتر یہ خیال نہیں کرتے کہ اس قسم کے تمام مفروضات سامراجی اصولوں کی وہ مسخ شدہ صورتیں ہیں مثال کے طور پر "مشرق و مغرب" کے مابین فرق کے بارے میں عقیدہ، جس کا شاعرانہ اظہار برطانوی نوآبادیات کے رہنما آر کپلنگ R. KIPLING کے الفاظ میں یوں کیا گیا ہے:

"EAST IS EAST AND WEST IS WEST
AND NEVER THE TWAIN SHALL MEET."

"مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب، دونوں کبھی نہیں مل سکتے"

اگرچہ نسل پرستی کے نظریہ اور سامراجی قوتوں کی روزمرہ کارروائیوں کے ردعمل کے طور پر کچھ عقائد پیدا ہوئے ہیں اور اس کے خلاف ایک خاص انداز میں اظہار احتجاج کرتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ انتہائی رجعت پسندانہ کردار انجام دیتے ہیں۔ یہ عقائد سفید فام قوموں پر عدم اعتماد کی بنیاد پر ہیں۔ جو نوآبادکاروں کی سالہا سال کی بدسلوکی اور زیادتیوں کی وجہ سے پیدا ہوئے لیکن یہ عقائد اب تک سابق نوآبادیوں اور نیم آبادیوں کے ایک خاص حصّہ میں پائے جاتے ہیں۔ سامراجی ہر ممکن ذرائع سے یہ احساس پیدا کرکے اور اسے ہوا دے کر، نوآزاد ممالک کے عوام میں سفید فام اقوام کے خلاف، جن میں سوویت یونین بھی شامل ہے، دشمنی اور نفرت کے بیج بونے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سامراجی پروپیگنڈا کرنے والے ان ممالک میں جنہوں نے اپنے لیے حیات نو کی تعمیر کا آغاز کیا ہے۔ شر پسند نظریاتی کارروائیوں کے اہتمام کے لیے خاص طریقے استعمال میں لاتے ہیں۔

وہ ترقی پذیر ملکوں کی دوستی کو سوشلسٹ ملکوں سے ختم کرنے اور نوآزاد ممالک کی سماجی ترقی کی تحریک کی رفتار کم کرنے کے لئے اپنی کوششیں یہ ثابت کرنے کے لیے وقف رکھتے ہیں کہ مارکسزم، لینن ازم مبیّنہ طور پر جدّت اور ترقی کے لیے صحیح نظریہ نہیں۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ سوشلسٹ ممالک کے بارے میں "کامل بدگمانی" کا ڈھنڈورا پیٹتے رہیں۔ جیسا کہ کاونٹی

یونیورسٹی CORNELL UNIVERSITY کے پروفیسر زگمنڈ ZIGMUND نے بیان کیا ہے۔

نو آزاد ممالک کے رہنماؤں کی طرف سے دیئے گئے بے شمار بیانات سوویت یونین اور قومی آزادی کی قوتوں کے درمیان اتحاد واشتراک کی اہمیت کی صحیح رہنمائی کرتے ہیں۔

محب وطن عوامی رائے عامہ، نو آزاد ممالک کی حکومتیں اور عوام، سوویت یونین اور قومی تحریک آزادی کے درمیان موجودہ اتحاد واشتراک کو ختم کرنے کی سامراجی کوششوں کی مدافعت زیادہ قوت کے ساتھ کرتے ہیں۔

دنیا کے پہلے سوشلسٹ ملک اور قومی آزادی کی قوتوں کے درمیان موجودہ دوستی واتحاد کا آغاز سوویت حکومت کے وجود میں آتے ہی شروع ہوا۔ یہ دوستی واتحاد طویل سالوں کی صبر آزما جدوجہد میں ثابت قدم نکلا ہے۔ سامراج کے خلاف مشترکہ جنگ کی آگ نے اس میں سختی پیدا کی ہے اور سوویت عوام اور سابق نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی اقدام کی جدوجہد اور قربانیوں نے اسے مضبوط بنا دیا ہے۔ تاریخ نے اس اتحاد کی ضروری اہمیت، سوویت یونین اور قومی تحریک آزادی، دونوں کے لئے ثابت کردی ہے۔ اس اتحاد کے بغیر سامراج کی جدید نوآبادیاتی کارروائیوں، نوآبادیاتی معیشت کی توسیع اور مسلح جارحیت کے خلاف کامیاب جدوجہد ناممکن ہے۔

امن اور مختلف سماجی ومعاشی نظام کے ممالک کے درمیان پُرامن بقائے

باہمی کے استحکام اور نوخیز قومی مملکتوں کی آزادی و خود مختاری کے لئے یہ انتہائی لازمی ہے۔ سامراج کی مکمل قطعی اور آخری شکست کے لئے سوویت یونین اور قومی آزادی کی قوتوں کے درمیان اتحاد ناگزیر ہے۔ ہر وہ شخص یا قوت جو اس اتحاد کے خاتمہ کی کوشش کرتی ہے، قومی تحریک آزادی اور عالمی سوشلزم کے مفادات کی دشمن ـــــ اور سامراج کی ساتھی ہے۔